ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۶-اگست ۱۹۶۵ء
۸-ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرسلہ: عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی شیخوپورہ

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ شَہِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَھْلِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ (متفق علیہ)

ترجمہ: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل و عیال و خاندان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

یُوْشِكُ الْاُمَمُ تَتَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَتَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِہَا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ قَالَ لَا بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَھْنَ۔ قِیْلَ وَمَا الْوَھْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھَۃُ الْمَوْتِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: عنقریب کافروں کی جماعتیں تم سے لڑنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جس طرح ہم پیالہ و ہم نوالہ ایک دوسرے کو اپنے کھانے کی طرف دعوت دیا کرتے ہیں۔ کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی ہوگی۔ فرمایا نہیں تعداد تو بہت ہوگی لیکن تم سب سیلاب کی جھاگ کی طرح ذلیل ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دیں گے اور تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا۔ عرض کیا وھن کیا چیز ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْہَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی ہے۔

شَھِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ یُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّھَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَھُبَّ الرِّیَاحُ وَیَنْزِلَ النَّصْرُ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: (ابو حکیم نعمان بیان کرتے ہیں) کہ میں جہاد میں رسول اللہؐ کے ساتھ حاضر ہوا۔ جب آپؐ دن کے ابتدائی حصّہ میں قتال نہ کرتے تو قتال کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چل جاتیں۔ اور (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد نازل ہو جاتی۔

اَلشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْھَدْمِ وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: شہداء پانچ ہیں (۱) طاعون والا (۲) ہیضہ والا (۳) غرق ہو جانیوالا۔ (۴) دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا (۵) اور خدا کے راستہ میں شہید ہو جانیوالا۔

اِنَّ سِیَاحَۃَ اُمَّتِی الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: بے شک میری اُمّت کی سیر و سیاحت اللہ رب العزت کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔

اَلْجِھَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

عَیْنَانِ لَا تَمَسُّھُمَا النَّارُ عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (ترمذی)

ترجمہ: دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کی یاد اور اس کے خوف اور ادب سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات بھر لشکرِ اسلام کی پاسبانی کرتی رہی اور سوئی نہیں۔

حُرِّمَتِ النَّارُ عَلٰی عَیْنٍ دَمَعَتْ اَوْ بَکَتْ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَحُرِّمَتِ النَّارُ عَلٰی عَیْنٍ سَھِرَتْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (امام احمد۔ نسائی)

ترجمہ: آتش دوزخ اُس آنکھ پر حرام کی گئی ہے جو اللہ کے خوف سے روئی اور اس آنکھ پر بھی دوزخ کی آگ حرام کی گئی ہے جو اللہ کے راستہ میں جاگتی رہی۔

رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَھْرٍ وَقِیَامِہٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰی عَلَیْہِ عَمَلُہُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُہٗ وَاُجْرِیَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ۔ (مسلم)

ترجمہ: اللہ کے راستہ میں ایک دن رات کا جہاد یا اسلام اور مملکتِ اسلامیہ کی حدود کی حفاظت و پاسبانی کے لئے تیار و مستعد رہنا مہینہ بھر کے روزوں اور شب خیزیوں سے درجہ و فضیلت میں بڑھ کر ہے۔

سَاَلَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ عَمَلًا اَنَالُ بِہٖ ثَوَابَ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ ھَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تُصَلِّیَ فَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ فَلَا تُفْطِرَ؟ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اَضْعَفُ مِنْ اَنْ اَسْتَطِیْعَ ذَالِكَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ طُوِّقْتَ ذَالِكَ مَا بَلَغْتَ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن عساکر)

ترجمہ: ایک شخص نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس سے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کا سا ثواب اور درجہ پاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تجھ سے یہ ہو سکے گا کہ آرام اور وقفہ کے بغیر نمازی نماز پڑھتا چلا جائے اور اس میں کوئی کوتاہی اور سستی تک نہ کرے اور مسلسل روزے رکھتا چلا جائے اور کبھی کوئی ناغہ نہ کرے۔ اس شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میں اس کی تاب و تواں نہیں رکھتا۔ اس سے عاجز ہوں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تو اس کی طاقت رکھے بھی تب بھی تو مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ الْجَائِرِ۔

ترجمہ: سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے۔

لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِیْرًا وَلَا اِمْرَاَۃً۔ (مسلم)

ترجمہ: کسی بوڑھے کو، بچے کو، شیرخوار اور عورت کو قتل نہ کرو۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
ایڈیٹر مناظر حسین نظر ٹیلیفون ۷۷۵۴۵
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
جلد ۱۱ | ۸ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۶۵ء | شمارہ ۱۶

اسرائیل کی شر انگیز سازش

اخباری اطلاعات سے پتہ چلا ہے۔ کہ اسرائیل نے قرآن حکیم کا ایک ایسا نسخہ شائع کیا ہے جس میں بعض آیات سرے سے حذف کر دی گئی ہیں۔ اور بعض آیات کی تشریح اس انداز سے کی گئی ہے کہ اصل مطلب ہی غت ربود ہو گیا ہے۔ اسرائیل نے قرآن حکیم کا یہ نسخہ شائع کرنے کی جسارت سب سے پہلے ۱۹۶۰ء میں کی تھی۔ اب اسے دوبارہ چھپوا کر ایشیا اور افریقہ کے مسلمان ملکوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس گھناؤنی سازش کا نوٹس سب سے پہلے متحدہ عرب جمہوریہ نے لیا ہے اور متحدہ عرب جمہوریہ کی وزارتِ امورِ مذہبیہ نے اس محرّف قرآن کی تقسیم کے خلاف قدم اٹھایا ہے۔

واقعات و حالات کا جائزہ لیا جائے تو اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ کوئی نئی سازش نہیں۔ اسلام دشمن قومیں ہمیشہ ایسی کاروائیاں کرتی آئی ہیں۔ اور کرتی رہیں گی لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم باقی کا کلام ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسے مٹانے والے خود مٹ جائیں گے لیکن اس کی زیر و زبر اور پیش میں بھی کبھی کوئی تبدیلی نہ ہو گی۔ قرآن کریم پکار پکار کر خود اعلان کر رہا ہے:۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۙ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

(پ ۳۰۔ س البروج۔ آیت ۱۷ تا ۲۳)

ترجمہ: کیا آپ کے پاس لشکروں کا حال پہنچا فرعون و ثمود کے۔ بلکہ منکر تو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن بڑی شان والا لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

مطلب صاف ہے کہ فرعون و ثمود جیسی قوموں کی سی جبّار حکومتوں کی طاقت بھی قرآن کو غیر محفوظ کرنے کی کوشش کسی زمانے میں بھی اگر کرے گی تو ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا ـــــ اور آج پونے چودہ سو سال گذرنے پر بھی دنیا قرآن کے اس اعلان کی صداقت کی شہادت دے رہی ہے۔ غیر مسلم مصنّف بھی جو قرآن کو خدا کا کلام نہیں مانتے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو جن خصوصیات کے ساتھ دنیا کے حوالے کیا تھا ابتدار سے اسی وقت تک بغیر ادنیٰ تغیر و تبدّل اور سرِ مُو تفاوت کے وہ اس طرح نسلاً بعد نسلٍ کروڑہا کروڑ مسلمانوں میں اس طریقہ سے منتقل ہوتی ہوئی چلی آ رہی ہے کہ سال دو سال تو خیر بڑی بات ہے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ قرآن ہی مسلمانوں سے کبھی جدا ہوا اور نہ مسلمان قرآن سے جدا ہوئے چنانچہ وان ہیم جرمنی کا ایک غیر مسلم مصنّف لکھتا ہے کہ "ہم قرآن کو محمدؐ کا کلام اس طرح یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اس کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں" گویا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو دنیا کے سامنے پیش کیا تھا یہ اُسی صورت میں من و عن موجود ہے اور ظاہر ہے اس طباعت و اشاعت کے دَور میں جب کہ میرؔ و سوداؔ کی غزلوں یا اسی قسم کی دوسری معمولی چیزوں میں بھی ترمیم و اضافہ پر بحثوں کا آغاز ہو جاتا ہے اور ان کو نہیں مٹایا جا سکتا تو قرآن عزیز جو خدا کا کلام ہے اور کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اسے کیونکر تبدیل کیا جا سکتا ہے ـــ قرآن کریم خود دعوے کرتا ہے اور بہانگِ دہل اعلان کر رہا ہے کہ:۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝

(حٰمٓ سجدہ)

ترجمہ: قرآن میں نہ سامنے سے الباطل کے گھسنے کی گنجائش ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ تو خدائے حکیم و محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

حاصل یہی ہے کہ الباطل یعنی قرآن کا جو جزٔ نہیں ہے۔ اس کے لئے خدا نے ذمہ داری لی ہے کہ چاہنے والے کسی راستہ سے بھی چاہیں کہ قرآن میں اس کو داخل کر دیں تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے ـــ اب جو حال اضافہ کا ہے۔ بجنسہٖ یہی کیفیت کمی کی بھی ہے۔ کوئی شخص قرآن کریم میں ایک شوشہ کی بھی کمی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا واضح ارشاد ہے:۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ

قرآن کا جمع کرنا اور قرأت کا درست رکھنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اے رسولؐ! جس قرأت سے قرآن پڑھا جائے آپ اس پر کاربند رہیں۔

غور فرمایئے اس آیت میں خداوند قدوس نے جہاں یہ ذمہ داری لی ہے کہ قرآن کے کسی جزو کو غائب نہ ہونے دے گا اور قرآن اپنے تمام اجزاء کے ساتھ رہتی دنیا تک موجود رہے گا۔ اسی طرح اس کی بھی ذمہ داری لی ہے کہ قیامت تک خدا اس کتاب کے پڑھنے والوں کو پیدا کرتا رہے گا اور اس کے بیان و تشریح کی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہوگا ـــ اندازہ فرمایئے! وہ خدا جس کا ماضی و حال اور مستقبل سب سے مساوی تعلق ہے۔ جب اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے، بیان و تشریح اور حفاظت کی ذمہ داری لے تو کوئی ہے جو اس کتاب میں ایک شوشہ کی بھی کمی بیشی [illegible] اس کتاب کو مٹا سکے!

بہرحال ہمارا عقیدہ ہے قرآن [illegible] کی حقانیت اپنی جگہ مسلم ہے اور کوئی طاقت اس میں زیر و زبر تک کی کمی بیشی نہیں کر [illegible]

مجلس ذکر

۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۱۹۶۵ء

اپنے روزانہ پروگرام میں حقوق اللہ کو سب سے مقدّم رکھیں

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

الحمد للہ و کفٰی و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم :۔

ہر جمعرات کو حضرتؒ کے معمول کے مطابق اصلاحِ حال کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ حضرتؒ نیکی پر استقامت کے لئے کثرت سے دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لاتعداد نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ انسان پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور ضابطے کے مطابق ان نعمتوں کو استعمال کرے صحت و تندرستی عطا فرمائی ہے تو اُس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائے۔ شیطانی کاموں سے بچتا رہے۔ خوب عبادت اور ذکر کرے۔ بڑھ چڑھ کر نیکی کے کاموں میں حصّہ لے۔ کیونکہ بیماری اور کمزوری میں انسان میں کسی بھی کام کے کرنے کی ہمّت نہیں ہوتی۔

شریعت نے ایک قانون اور ضابطہ مقرر کیا ہوا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اسی قانون اور ضابطے کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ بعد از موت بھی یقیناً شریعت کے مطابق معاملہ ہوگا۔ تو ہم کیوں نہ قبل از موت شریعت کے مطابق زندگی بسر کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجا لائیں۔ اپنے فرائض کو ٹھیک طور پر ادا کریں اور کثرت سے ذکر اللہ کریں۔

جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پوری فرمانبرداری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اُس کے بدلے میں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔ اور انعامات سے نوازیں گے۔ جو شریعت کے خلاف عمل کریں گے۔ شرک، کفر اور بدعات اور خدا کی نافرمانی میں زندگی گذاریں گے ان کی قبر جہنم کا گڑھا بنے گی اور موت کے وقت فرشتے لعنت بھیجیں گے اور آخرت میں ان کو عذاب ہوگا۔ کوئی انسان یہ خیال نہ کرے کہ یہ جنت دوزخ محض خیال ہی خیال ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جہنم اور جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ پکّا اور سچّا ہے۔

آج میں استقامت کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

(سورۂ حٰمٓ سجدہ - رکوع ۴)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ (جل جلالہٗ) ہے پھر مستقیم رہے اُن پر فرشتے اُتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور خوشخبری ہے اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے معنی یہ ہیں کہ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار پر قائم رہے اور حضرت ابراہیمؒ اور حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر مرتے دَم تک قائم رہے۔ یعنی شرک وغیرہ سے بچتا رہے۔

استقامت کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت و الوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک ہٹے۔ نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلے۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضاء پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیتِ کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکرگذاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستے پر چلے۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلّی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کا جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے۔ اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے وہ اب تم سے ایفاء کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ ہم کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب اس پر استقامت کی ضرورت ہے۔ یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ہفتے میں صرف ایک دن ذکر کر لیا۔ باقی چھ دن چھٹی۔ بلکہ ہمیں اپنے پروگرام میں اللہ کی یاد کے لئے وقت مقرر کرنا چاہیے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ یہ سوچتے رہے کہ وقت ملے گا۔ کاروبار اور گھریلو کاموں سے فرصت ہو گی تو یادِ الٰہی کریں گے۔ یاد رکھو کہ ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔ آپ اس کو کوئی فضول اور معمولی چیز تصور نہ کریں کہ کوئی بات نہیں وقت ملا تو ذکر اللہ کر لیا۔ وقت نہ ملا تو نہ سہی۔ ہم پر فرض ہے کہ اپنے پروگرام میں حقوق اللہ کو سب سے مقدم رکھیں اس کو سب سے زیادہ اہمیت دیں۔ دوسرے کام چھوٹتے ہیں تو چھوٹ جائیں لیکن اس میں کوئی کوتاہی یا غفلت نہ آنے پائے۔ اللہ کی یاد اور عبادت کے لئے جگہ اور وقت کا تعین بہت ضروری ہے کہ روزانہ اتنی قرآن پاک کی تلاوت کرنی ہے۔ اتنا ذکر اللہ کرنا ہے۔ غرض

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

خطبہ جمعہ

۳۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

کردار واطوار کی حفاظت کیجئے اور زبان کو قابو میں رکھیئے!

تلوار کا گھاؤ بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم ہمیشہ ہرا رہتا ہے

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد :- فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمؕ

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

(۱) قُوۡلُوۡ لَهُمۡ قَوۡلًا مَعۡرُوۡفًا ۝
(پ ۴ س نساء رکوع ۱)

ترجمہ :- اور ان کو معقول بات کہہ دو -

(۲) قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (پ ۱ س بقرہ ع ۱۰ آیت ۸۳)

ترجمہ : لوگوں سے اچھی بات کہنا۔

(۳) وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی -

ترجمہ :- اور جب بات کہو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ دار ہی ہو۔

خلاصہ

یہ ہے کہ وقار و متانت کے ساتھ بات کرو - اس میں لغویت فریب کا شائبہ تک نہ ہو - لوگوں سے بات کرو تو شیرینی اور نرمی سے گفتگو کرو - بڑوں سے بات کرو تو ادب و احترام کو ملحوظ رکھو - جب منہ سے بات نکالو انصاف کی نکالو خواہ اس میں تمہارے عزیز کو نقصان پہنچنے کا احتمال کیوں نہ ہو

بزرگان محترم! آج کل معاشرہ میں طرح طرح کی برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں زر، زمین اور زن کے فتنوں میں دنیا الجھی ہوئی ہے اور واقعی تمام فتنے تقریباً زر، زن، زمین ہی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں - لیکن قرآن عزیز نے زبان کے تحفظ کی طرف بھی اپنے ماننے والوں کی توجہ مبذول کرائی ہے اور تمام اہل ایمان کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی زبانوں کی حفاظت کریں کیونکہ معاشرے کی کئی برائیاں زبان کے غلط استعمال سے بھی پیدا ہوتی ہیں - چنانچہ یہ مثل مشہور ہے کہ تلوار کا گھاؤ بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم ہمیشہ ہرا رہتا ہے -

تجربہ شاہد ہے کہ زبان کے غلط استعمال سے جو کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں - ان کا استعمال مشکل ہو جاتا ہے مذاق اڑانا، ٹھٹھا کرنا، گالیاں دینا، غیبت کرنا، بدگوئی، ناشائستہ اور تہذیب سے گری ہوئی گفتگو، دوسروں میں عیب نکالنا اور طعنہ زنی وغیرہ یہ سب زبان کی پیدا کردہ برائیاں ہیں اور ان ہی برائیوں سے دیگر ہزاروں برائیاں پیدا ہو کر معاشرہ میں فتنہ و فساد برپا کر دیتی ہیں - جس سے امن و امان تہ و بالا ہو جاتا ہے - اور ہر طرف طوائف الملوکی پھیل جاتی ہے - اسی لئے وقار و متانت اور نرمی و محبت سے قرآن مجید گفتگو کرنے کی تلقین کرتا ہے اور زبان کی لغزشوں سے سختی کے ساتھ روکتا ہے -

کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے

قولہ تعالےٰ :-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡهُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝

(پ ۲۶ - سورہ الحجرات آیت ۱۱)

ترجمہ :- اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے - عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں - کچھ بعید نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہو - اور ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو - فسق کے نام لینے ایمان لانے کے بعد بہت برے ہیں اور جو باز نہ آئیں سو وہی ظالم ہیں -

حکم عام ہے

اس آیت میں مخاطب تو ضرور مسلمان ہیں مگر یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ یہ چیز مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے حکم عام ہے - مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کا مذاق اڑانا ٹھیک نہیں - "بعد الایمان" کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ چیزیں کفر و جہالت کی چیزیں ہیں - مسلمانوں کو ان سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہیے - پھر ارشاد ہوتا ہے -

غیبت کی برائی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا فَکَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (س حجرات آیت ۱۲)

ترجمہ :- اے ایمان والو بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو - کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں اور ٹٹول بھی نہ لیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے - کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے - سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو - بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا نہایت رحم والا ہے،

برادران عزیز! یہ چیزیں جتنی فتنہ انگیز اور خوفناک ہیں دنیا جانتی ہے۔ ہر ذی شعور ان کی ہلاکتوں اور تباہیوں سے واقف ہے۔ غیبت جسے "اَشَدُّ مِنَ الزِّنا" زنا سے بھی بدتر کہا جاتا ہے۔ بادی النظر میں معمولی چیز ہے مگر بباطن انتہائی خوفناک ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی برائی کی جاتی ہے تو لامحالا اس کی طرف سے تحقیری خیالات پیدا ہوتے ہیں اور اپنی برائی کا احساس پرورش پاتا ہے دوسروں کو بھی بدظنی بڑھتی ہے۔ دور دور تک بات پہنچتی ہے۔ جس کی برائی کی جاتی ہے۔ اُسے بھی ناگوار گزرتا ہے۔ دل دکھتا ہے۔ عداوتیں بڑھتی ہیں اور فتنے پھیلتے ہیں۔ اسی لئے حق تعالیٰ سبحانہٗ نے تمسخر، بدگمانی، غیبت اور تحقیر ہر چیز سے روک دیا اس کے باوجود آج یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس اور کوئی گھر ایسا نہیں جس میں یہ عیوب نہ پھیلے ہوں۔ دوسروں کی نیتوں پر حملے نہ کئے جاتے ہوں۔ عیب چینی نہ ہوتی ہو۔ اچھی رائے کسی کے متعلق قائم ہی نہیں کی جاتی۔ یہ عیوب اتنے عام ہو چکے ہیں کہ اب کسی کو ان کے گناہ ہونے کا بھی احساس نہیں رہا اور لوگوں نے خدا کے حرام کو حلال بنا لیا ہے۔

شائستگیٔ کلام اور فرمانِ رحمٰن

بزرگان محترم! غیبت، بدگوئی، گالم گلوچ، عیب جوئی اور طعنہ زنی تو بڑی بات ہے۔ قرآن عزیز نے تو بے تمیزی اور سختی سے گفتگو کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ اور دنیائے انسانیت کو شائستگی اور تہذیب کلام کے آئین سکھائے ہیں۔ اگر لوگ اس پر کاربند رہتے تو معاشرہ کی تمام برائیوں کا سدّباب ہو جاتا بلکہ سرے سے کوئی بیماری ہی معاشرہ میں پیدا نہ ہوتی۔ رشتۂ اخوت مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا اور ان میں عداوتیں کبھی فروغ نہ پاتیں۔ ایک دور چشم فلک نے دیکھا ہے جب مسلمانوں کی تہذیب و شرافت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اور ان کی گفتار ہمیشہ شیریں ہوتی تھی۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (پ ۱۵ س بنی اسرائیل رکوع ۶)

یعنی میرے بندے جب تو کسی سے بات کیا کرے تو نرمی اور شیرینی سے کیا کر۔ کانا پھوسی اور سرگوشی بھی نہ کیا کر۔ ظلم و معصیت کی بات سے اجتناب کیا کرو۔

شفقتِ خداوندی

غور فرمایئے! خدائے قدوس فرما رہا ہے اور کس پیار سے فرما رہا ہے کہ ایسا کرے گا تو تجھی کو نقصان پہنچے گا۔ ظلم و عدوان کی بات یہی ہوگی کہ کسی کی برائی کر دی، کسی کو گالی دے دی، زبان داب کر گفتگو کی۔ سرگوشیاں کیں وغیرہ

اندازہ فرمایئے شفقت الٰہی کا کہ اپنے بندوں کو خود گناہوں کی نشاندہی فرما رہے ہیں اور ان کو ان سے بچنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ (س احزاب رکوع ۸)

یعنی جو بات بھی کرو۔ صاف سیدھی کرو۔ لگی لپٹی نہ رکھو کہ ایسا کرو گے تو گناہ سے بچو گے اور اس سے تمہاری اصلاح ہوگی۔

یاد رکھیے! زبان کا اثر دل پر بھی پڑتا ہے۔ زبان شیریں ہوگی تو دل بھی مطہر اور پاکیزہ ہوگا اور دل کی صفائی ہی پر اعمال کی اصلاح کا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدزبانوں اور گالیاں دینے والوں کے دل سخت و سیاہ ہوتے ہیں۔ حضرت [illegible] فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ گفتگو خواہ کتنی ہی پاکیزہ اور عدن کے موتیوں کی طرح کیوں نہ ہو پھر بھی زیادہ بولنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں ؎

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

پس اگر اچھی گفتگو بھی زیادہ کرنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ لایعنی باتیں کرنے اور گالم گلوچ کرنے سے تو ان کا بچنا ہی کچھ نہ ہوگا۔ اور وہ یقیناً سیاہ ہو جاتے ہونگے

غور فرمایئے

اسلام نے کتنی پاکیزہ ہدایات اخوت و اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے دی ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جاتے تو معاشرہ میں انسانیت کی قدریں بلند ہو سکتی ہیں، معاشرتی برائیوں اور فتنہ فساد کا قلع قمع ہو سکتا ہے اور یہ دنیا جنّت نظیر بن سکتی ہے۔ چنانچہ ہمارا ماضی گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے قرآنی احکام کے مطابق زندگی بسر کی اور اپنے اخلاق و کردار اور زبان کی حفاظت کی اس وقت تک دنیا ان کی طرف کھنچتی رہی اور وہ زمانہ میں معزز و محترم اور سربلند و سرفراز رہے۔

میل ملاپ کا اسلامی طریق

برادرانِ اسلام! مذکورہ بالا احکام اسی لئے ہیں کہ مسلمانوں میں شرافتِ کلام پیدا ہو جائے، تہذیب نفس پیدا ہو، ان میں باہمی محبت بڑھے اور اخوت و اتفاق کے مقتضیات کو نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ ان کے چلنے پھرنے اور راستہ میں میل ملاپ کے طریق کے بارے میں بھی قرآن عزیز نے انہی باتوں کو مدنظر رکھا ہے۔ ارشاد باری ہے:-

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا

(پ ۱۵ س بنی اسرائیل رکوع ۴)

یعنی میانہ روی کی رفتار اختیار کرو اس طرح اکڑ کر اکڑ کی چال سے غرور اور رعونت مترشح ہوتی ہے کیا تم ایسی چال سے زمین کو پھاڑ کر رکھ دو گے۔

اللہ کے بندوں کی چال

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا۔

(پ ۱۹ - س فرقان - رکوع ۶)

اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی رفتار منکسرانہ ہوتی ہے اور اس میں غرور و تکبر کا شائبہ نہیں پایا جاتا نفسیاتی پہلو سے اگر دیکھا جائے تو آہستہ روی اور اعتدال کی رفتار سے انکسار پیدا ہوتا ہے اور مغرورانہ رفتار قلب کو ماؤف بھی کرتی ہے۔ تکبر بھی پیدا ہوتا ہے اور قلب پر برا اثر پڑتا ہے۔ آپ کہیں سرراہ بیٹھ جایئے اور راہ

آمنہ کا لال ﷺ

: ابوالبنا سندھی :

(آمنہ بنت وہب کے گھر میں آمنہ اور ان کی لونڈی برکہ)

برکہ:- ہرگز نہیں اے میری مالکہ..... میں آج آپ کو کوئی کام نہ کرنے دونگی۔

آمنہ:- ایسا نہیں ہو سکتا اے برکہ... میں تمہارے کاموں میں ہاتھ ضرور بٹاؤں گی کیونکہ میں اچھی ہوں۔

برکہ:- ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! میرے کاموں میں آپ کی مدد کی قطعی ضرورت نہیں...... آپ آرام کریں۔ کیونکہ اب نویں ماہ کی آخری تاریخیں ہیں۔

آمنہ:- لیکن میری طبیعت پر کوئی بار نہیں ہے...... بلکہ آج تو میں اور دنوں سے زیادہ آرام محسوس کر رہی ہوں

برکہ:- مالکہ آپ کا معاملہ عجیب ہے .... کیا آپ اب بھی غیبی آواز سنتی ہیں؟

آمنہ:- ہر رات اے برکہ!

برکہ:- گزشتہ رات کو آپ نے کیا سنا تھا؟

آمنہ:- وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ بنتِ وہب تو اس امت کے سردار کو اٹھائے ہوئے ہے۔ مگر جب یہ پیدا ہو جائے تو اسے خدا کی حفاظت میں دے دینا تاکہ ہر حسد کرنے والے کے شر سے محفوظ رہے۔

برکہ:- آپ قتیلہ بنت نوفل کو کیوں نہیں بلاتیں وہ آجاتے تو ان سے وہ تمام باتیں بتائیں، کیونکہ وہ ورقہ کی بہن ہے اور اسی کے ساتھ رہتی ہے) وہ ضرور اس معاملہ میں آپ کی رہنمائی کرے گی... (اچانک کوئی آہٹ محسوس کرتے ہوئے) میری مالکہ میری مالکہ..... قتیلہ آگئی۔

آمنہ:- قتیلہ!..... برکہ:- ہاں

آمنہ:- مبارک ہو، ذرا بڑھ کر اس کا خیر مقدم کرو۔

قتیلہ:- (داخل ہوتے ہوئے) صبح بخیر اے آمنہ!

آمنہ:- خوش آمدید اے قتیلہ.... ابھی برکہ نے آپ کا ذکر کیا تھا۔

قتیلہ:- اللہ آپ کو اپنے امان میں رکھے اے بنت وہب.... آج میرے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ آپ کے پاس آؤں اور آپ کو مبارک باد دوں۔ آپ کے آنے والے مبارک نومولود کی زیارت کروں۔

آمنہ:- خاموش رہو اے قتیلہ.... وہ ابھی اللہ کے علم میں ہے۔

قتیلہ:- لیکن آمنہ آج اس کی ولادت کا دن ہے۔ کیونکہ میرے بھائی ورقہ نے مجھ سے بتایا ہے کہ رات میں نے اس سرخ ستارے کو دیکھا ہے جو آنے والے نبی کی پیدائش کی رات ہے اور انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ کو اس بارے میں باخبر کروں۔

آمنہ:- کیا واقعی انہوں نے تم سے یہی بیان کیا ہے؟

قتیلہ:- ہاں واللہ مجھے یہ یقین تھا کہ میرے یہاں آنے سے پہلے پیدا ہو گیا ہو گا۔

برکہ:- لیکن آج میری مالکہ کو کوئی تکلیف نہیں ہے اور نہ ہم ابھی تک محسوس کر سکے ہیں کہ اس کا وقت کب آئے گا؟

قتیلہ:- اگر یہ وہی حمل ہے تو آج ضرور اس کا وقت آئے گا۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو کسی دوسرے گھر میں اس کی ولادت ہو چکی ہو گی۔

برکہ:- ہرگز نہیں، یہ دوسرے گھر میں نہیں ہو سکتا۔ بے شک میری مالکہ ہر رات ایک غیبی آواز سنتی ہیں جو ان کو اس کی خوشخبری دیا کرتی ہے۔

آمنہ:- برکہ چپ بھی رہ۔

قتیلہ:- (تعجب سے) غیبی آواز.... آمنہ تم مجھ سے کیا چھپاتی رہیں؟ اے آمنہ تم سے غیبی آوازیں کیا کہا کرتی ہیں؟

آمنہ:- آواز دینے والا ایک ہی ہے لیکن باتیں مجھ سے مختلف کہی جاتی ہیں ان میں سے بعض مجھے یاد ہیں اور بعض بھول گئی ہوں۔

برکہ:- میری مالکہ..... گزشتہ رات جو اس نے کہا ہے وہ بتا دیجئے۔

قتیلہ:- (جلدی سے) ہاں بتاؤ آمنہ گزشتہ رات اس نے تم سے کیا کہا؟

آمنہ:- اس نے مجھ سے کہا کہ اے آمنہ بنت وہب بے شک تم اس امت کے سردار کو لئے ہوئے ہو جب یہ بچہ پیدا ہو جائے تو اسے اللہ کی پناہ میں دے دینا تاکہ وہ ہر حسد کرنے والے کے شر سے محفوظ رہے

قتیلہ:- خوشخبری ہو اے آمنہ اب کوئی شک باقی نہ رہا..... یہ وہی آنے والا نبی ہے اور آج مجھے یقین ہو گیا کہ میری آنکھوں نے غلط نہیں دیکھا جب کہ میں نے ایک روشن ستارے کو عبداللہ کی پیشانی میں دیکھا تھا۔

(حجر اسود کے پاس عبدالمطلب تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔ مغیرہ مخزومی اور وائل سہمی داخل ہوتے ہیں)

مغیرہ:- یہ دیکھو عبدالمطلب بیٹھے ہوتے ہیں .... آؤ وائل ہم بھی ان کے پاس بیٹھیں

وائل:- مغیرہ ہم ان کے پاس بیٹھ کر کیا کریں گے؟ جب سے ان کے لڑکے عبداللہ کا انتقال ہوا وہ تو برابر غمزدہ رہتے ہیں گویا دنیا میں ان سے پہلے اور کسی کے لڑکا مرا ہی نہیں۔

مغیرہ:- تم نے ٹھیک کہا۔ چلو ہم لوگ کہیں اور بیٹھیں اور باتیں کریں.... وہ دیکھو ان کا لڑکا ابوطالب بھی ان کے پاس آ رہا ہے۔

وائل:- چھوڑو بھی..... اپنے باپ کو تسلی دینے آ رہا ہے (وہ دونوں دوسری جانب رخ کرتے ہیں)

ابوطالب:- ابا جان صبح بخیر.... آپ یہاں اکیلے ہی ہیں؟

عبدالمطلب:- ہاں میرے بیٹے۔

ابوطالب:- آپ رو کیوں رہے ہیں۔

عبدالمطلب:- (اپنے کو خاموش کرتے ہوئے) کیا کوئی قریش کا آدمی دیکھ تو نہیں رہا ہے؟

ابوطالب:- نہیں وہ دور ہیں.... اگر وہ دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟

عبدالمطلب:- ہرگز نہیں اے میرے پیارے بیٹے! میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں

کہ کوئی میرے غم کو دیکھے کیونکہ وہ وہ عبداللہ کے بارے میں مجھے ملامت کرنے لگتے ہیں اور اس بارے میں وہ بہت سخت دل ہیں۔

ابوطالب :- اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی ملامت تھوڑی حد تک صحیح بھی ہے

عبدالمطلب :- تم ہلاک ہو اے ابو طالب۔ تم بھی انہی کی مانند سخت دل ہو۔

ابوطالب : ہرگز نہیں ، میں سخت دل نہیں ہوں ، کیونکہ عبداللہ میرے حقیقی بھائی تھے ، مگر اب ان کا انتقال ہو گیا اور اب لوٹنے والے نہیں ہیں اور اب تو کافی دن بھی ہو گئے ہیں اور کب تک ان پر غم کیا جائے گا اور کب تک ان پر رویا جاتے گا ؟

عبدالمطلب : تم برباد ہو - اے میرے بیٹے ان کا غم میرے لئے روزانہ تازہ ہے

ابوطالب :- اگر عبداللہ فوت ہو گئے تو بقیہ آپ کے تمام لڑکے موجود ہیں اور ہر ایک آپ کا معاون ہے اور آپ یہ کیوں خیال فرماتے ہیں کہ عبد اللہ جو کرتے تھے وہ ہم نہیں کر سکتے۔

عبدالمطلب : آہ اے ابوطالب ... عبد اللہ کا غم اس لئے نہیں ہے کہ میں ان کی اعانت سے محروم ہو گیا ہوں کیونکہ تم لوگ تو موجود ہی ہو اور عبداللہ تو تم میں کوئی قوی بھی نہ تھے۔ لیکن عبداللہ کی میرے نزدیک ایک عجیب قدر و منزلت تھی اور ایک عجیب حالت تھی اور وہ حالت ایسی نہیں تھی جو صبح و شام کرتے ہیں۔

ابوطالب :- آپ کا کیا مطلب ہے ؟

عبدالمطلب : اے ابوطالب میں تم سے کیا تشریح کروں جب کہ تم نے خود مشاہدہ کیا ہے کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ عبداللہ کے بدلے میں سو اونٹ فدیہ دیا گیا ہے۔

ابوطالب : ہاں ایسا ہوا۔

عبدالمطلب :- عبداللہ کے بدلے میں فدیہ اس لئے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں۔ ان تمام باتوں کو چھوڑو۔ کیا تم نے دو ماہ قبل یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے اصحاب فیل کو کیسے واپس فرمایا اور اس کے تمام لشکر کو ابابیل پرندوں سے ہلاک کروا دیا۔

ابوطالب :- اے میرے باپ آپ نے سچ فرمایا .... یہ سب واقعی انہی کی وجہ سے ہوا - اور وہ اس قابل ہیں کہ ان پر آنسو بہایا جائے .... مگر جلد ہی آمنہ کے بیٹا پیدا ہونے والا ہے اور وہ آپ کے نزدیک اپنے والد سے زیادہ افضل اور محبوب ثابت ہو گا۔

عبدالمطلب :- اگر لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھوں گا .. محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ۔

ابوطالب :- (دوسری طرف متوجہ ہوتے ہوتے) ابا جان دیکھئے برکہ آمنہ کی لونڈی آ رہی ہے ۔

عبدالمطلب :- قریب آؤ برکہ کیا خبر ہے ؟

برکہ :- آپ کو مبارک ہو .... آمنہ میری مالکہ کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔

عبدالمطلب :- (دعا کرتے ہوتے) اے اللہ تیرے لئے تمام تعریفیں ہیں۔

(آمنہ کے گھر میں آپ کی ولادت کے بعد)

ام العاص :- شفا ذرا مجھ کو بھی دکھاؤ۔

شفا (دائی) ام العاص آپ تو دیکھ چکی ہیں۔

ام العاص :- میری خواہش ہے کہ میں ذرا دیر تک دیکھوں .. یہ بچہ کتنا خوبصورت ہے میری آنکھوں نے اس سے زیادہ خوبصورت بچہ کبھی نہیں دیکھا۔

قتیلہ :- (سرگوشی کے انداز میں) یہ وہی ہے یہ وہی ہے ۔

ام العاص :- تعجب ہے یہ تو بالکل پاک صاف ہے اس پر تو کوئی گندگی نہیں ہے ۔

قتیلہ :- یہ وہی ہے یہ وہی ہے ۔

شفا :- ام العاص ذرا آپ دور ہٹ جائیں۔

ام العاص :- دیکھو اس کی آنکھیں سرمگیں ہیں اے قتیلہ دیکھو یہ تو مختون ہے ۔

قتیلہ :- یہ وہی ہے یہ وہی ہے۔

ام العاص :- (تعجب سے) یہ تو اپنی آنکھیں علی کی طرف اٹھائے ہوتے ہے ۔

قتیلہ :- یہ وہی ہے یہ وہی ہے۔

ام العاص : تم کیا کہہ رہی ہو اے قتیلہ !

قتیلہ :- یہ وہ نبی ہے جس کا انتظار ہے

دو عورتیں :- (آپس میں) آنے والا نبی ؟

قتیلہ :- ہاں ! کیا تم نے وہ روشنی نہیں دیکھی جو اس کی پیدائش کے ساتھ ہی نکلی تھی

شفا :- ہاں وہ تو اتنی تیز تھی کہ میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔

ام العاص :- اور میں نے اس وقت آسمان کی طرف دیکھا تو مشرق و مغرب کے درمیان اجالا ہی اجالا تھا۔

آمنہ :- برکہ کہاں ہے ؟

شفا :- وہ اس کے باپ کو خوشخبری دینے گئی ہے ۔

آمنہ :- (غم بھرے لہجہ میں) اس کا باپ ؟

شفا :- ہاں .... اس کے باپ عبدالمطلب

آمنہ :- ہاں کیوں نہیں .... عبدالمطلب اس کے باپ ہیں اور اچھے باپ ہیں

ام العاص :- دیکھو وہ آ گئے ۔

عبدالمطلب :- (داخل ہوتے ہوتے) آمنہ تمہارا کیا حال ہے ؟

آمنہ :- چچا جان اچھی ہوں ۔

عبدالمطلب :- (خوشی میں) میرا بچہ محمد کے لئے بشارت ہو۔

آمنہ :- محمد ؟

عبدالمطلب :- ہاں آمنہ میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے ۔

آمنہ :- لیکن مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا نام احمد رکھوں۔

عبدالمطلب : کیا غیبی آواز نے تم کو یہ حکم دیا ہے ؟

آمنہ :- ہاں !

عبدالمطلب : اس کا نام دونوں احمد اور محمد رہے گا .... اللہ کے نزدیک احمد اور لوگوں کے نزدیک محمد .... شفا کیا میں اس کو اپنی گود میں لے سکتا ہوں۔

شفا :- آپ کو شفقت کا حق ہے ۔

عبدالمطلب :- (اٹھاتے ہوتے) آمنہ دیکھو یہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور چمٹ گیا ہے۔ اللہ کی قسم میں اسے اس وقت کعبہ لے جاؤں گا۔ اور اس کے لئے برکت کی دعا کروں گا ۔

شفا : اے عبدالمطلب اس وقت رہنے دیجئے

عبدالمطلب :- خاموش رہو اے شفا ! یہ میرا لڑکا ہے اور میرا محبوب لڑکا ہے اس کا حال کچھ عجیب سا ہے ..... آمنہ تم گھبرانا نہیں ، میں جلدی لوٹ آؤں گا (باہر نکل رہے ہوں)

قتیلہ :- (تعجب سے) عبدالمطلب بھی اس کے حالات سے واقف ہیں ..... میں اس وقت اپنے بھائی ورقہ کے پاس جا رہی ہوں اور ان کی خوشخبری دوں گی۔

(کعبہ میں حجر اسود کے پاس)

(ورقہ بن نوفل عبدالمطلب کے پیچھے دوڑتے ہوتے)

ورقہ :- عبدالمطلب ذرا رک جاؤ۔

عبدالمطلب :- کون ؟ (متوجہ ہوتے ہوتے) ورقہ بن نوفل ..... آؤ اور مجھے مبارک باد دو۔

ورقہ :- (قریب ہوتے ہوتے) ، کیا میں صرف

آپ کو مبارک باد دوں نہیں میں تمام زمین پر بسنے والوں کو مبارک باد دیتا ہوں۔

عبدالمطلب:- کس بات پر اے ورقہ؟

ورقہ:- جس بچے کو تم اٹھاتے ہوتے ہو اے عبدالمطلب۔

عبدالمطلب:- یہ تو میرا لڑکا ہے اے ورقہ ..... عبداللہ کا لڑکا ..... آمنہ کا لال۔

ورقہ:- ہاں مجھے معلوم ہے اے عبدالمطلب ذرا مجھے دکھاؤ بھی؟

عبدالمطلب:- لو دیکھو..... کتنا خوبصورت ہے اور کتنا بارعب ہے اور کتنا ہی باوقار ہے۔

ورقہ:- ہاں یہ تو وہی ہے ..... واللہ تمہارے اس لڑکے کا ایک نیا حال ہو گا۔ تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو اے عبدالمطلب؟

عبدالمطلب:- کعبہ کے اندر ..... دیکھو ابوطالب ذرا بڑھ کر کعبہ کا دروازہ کھولو۔

ابوطالب:- بسر و چشم جناب (کعبہ کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوتے)

ورقہ:- لیکن اے عبدالمطلب ایسا نہ کرو۔

عبدالمطلب:- کیوں اے ورقہ کیا میں اپنے بیٹے کو کعبہ سے دور رکھوں۔

ورقہ:- نہیں اے عبدالمطلب بلکہ اس کو کعبہ کے بتوں سے دور رکھو۔

عبدالمطلب:- چلو دور ہٹو ..... اللہ کی قسم میں ضرور اس کو کعبہ میں لے جاؤں گا۔ اور اس کے لئے اللہ سے دعا کروں گا

ورقہ:- اللہ سے دعا کعبہ کے باہر ہی کر لو اے عبدالمطلب۔

عبدالمطلب:- نہیں میں کعبہ کے اندر ہی دعا کروں گا ..... تم کو کیا ہوا اے ابوطالب تم واپس کیوں چلے آتے ہو۔

ابوطالب:- اے میرے باپ عجیب معاملہ ہے

عبدالمطلب: کیا نئی بات پیش آ گئی؟

ابوطالب:- (گھبرائے ہوئے انداز میں) معبود اے میرے باپ معبود۔

عبدالمطلب: ان کو کیا ہوا؟

ابوطالب:- سب کے سب اپنے منہ کے بل زمین پر گرے ہوتے ہیں۔

عبدالمطلب:- (تعجب سے) اور ہبل بھی؟

ابوطالب:- ہاں ہبل بھی۔

عبدالمطلب:- آج جیسی تعجب خیز بات میں نے کبھی نہیں سنی۔

ورقہ:- اے عبدالمطلب تم تعجب نہ کرو ..... تم جس کو لئے ہوتے ہو وہ ان سب کا دشمن ہے۔

عبدالمطلب:- ورقہ تم اپنے تمام خرافات کو چھوڑو (ابوطالب سے کہتے ہوتے) دیکھو داخل ہونے سے پہلے ہبل کو سیدھا کرو

ابوطالب:- میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

ورقہ:- اے عبدالمطلب میری بات مان لو ..... تم اس لڑکے کو لے کر وہاں نہ جاؤ۔ کیونکہ وہاں بت ہیں۔

عبدالمطلب:- مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو اے ورقہ۔

ابوطالب:- (باب کعبہ کی طرف بڑھتے ہوئے) اباجان میں نے ہبل کو سیدھا کر دیا ہے

عبدالمطلب:- ٹھیک ہے (دروازے سے قریب ہوتے ہوتے) اے اللہ تیرے نام کے ساتھ (کعبہ میں داخل ہوتے ہوتے) (لڑکا رو رہا ہے)

ابوطالب:- (دروازے پر) اباجان دیکھئے وہ رو رہا ہے اور مضطرب ہے۔

عبدالمطلب:- (آواز کو غور سے سنتے ہوتے) تعجب ہے ابھی تو یہ بہت سکون سے تھا ..... اس کو کس چیز نے رلایا؟

ابوطالب:- غالباً معبود اس کو ناپسند کرتے ہیں اس لئے وہ اس کے ساتھ برائی سے پیش آتے ہوں گے؟

عبدالمطلب:- (آواز پر خیال کرتے ہوتے) میرے لڑکے ورقہ کی طرح نہ ہو ..... معبود اس کے علاوہ دوسرے کو پسند نہ کریں گے یہ تو بابرکت شخص ہے۔

ابوطالب:- اچھا باہر نکل کر دیکھئے اگر خاموش ہو جاتے تو یہی سمجھنا چاہتے کہ رونے کا سبب معبود ہیں۔

عبدالمطلب:- (آواز پر خیال کرتے ہوتے) تم نے ٹھیک کہا (خانہ کعبہ سے نکلتے ہوتے) تعجب ہے یہ اب نہیں رو رہا ہے

ابوطالب: یہ تو ہنس رہا ہے اور آنکھوں میں آنسو ہیں۔

ورقہ:- میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اس کو لے کر اندر نہ جاؤ۔

عبدالمطلب:- کیا تمہارا خیال ہے کہ بتوں نے اس کو تکلیف دی؟

ورقہ:- نہیں ہرگز نہیں، ان میں یہ قدرت کہاں کہ وہ کسی کو مچھر برابر تکلیف پہنچا سکیں ..... لیکن یہ بچہ خود ان کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے وجود کے آگے ..... ان کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتا اور اللہ کی قسم اے عبدالمطلب اگر تم زندہ رہو گے تو دیکھو گے کہ ایک دن یہ بچہ ان بتوں کو ڈھا دے گا اور اس کعبہ کو نجاست سے پاک کرے گا

عبدالمطلب:- لیکن میں چاہتا یہی ہوں کہ میں خانہ کعبہ کے اندر ہی اس کیلئے دعا کروں

ورقہ:- تو داخل ہونے سے پہلے ان بتوں کو وہاں سے ہٹا دو۔

عبدالمطلب:- اس وقت قریش کیا کہیں گے کہ عبدالمطلب بھی ورقہ کی طرح بیدین ہو گیا ہے

ورقہ:- اگر تم دعا کرنا ہی چاہتے ہو تو خانہ کعبہ کے باہر ہی کر لو۔

عبدالمطلب:- ہاں مجھے ایسا ہی کر لینا چاہتے (لجاجت اور عاجزی سے) تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے یہ نیک لڑکا عطا کیا۔ میں اس کو کعبہ کے مالک کے حوالہ کرتا ہوں۔ ہر حسد کرنے والے کے شر سے۔

ابوطالب:- آبا جان! ذرا اس بچے کو بھی دیکھئے وہ اس طرح ہنس رہا ہے۔ جیسے چودھویں کا چاند ہو اور جیسے وہ آپ کے ساتھ دعا میں بھی شریک ہے۔

عبدالمطلب:- ہاں! دیکھو کتنا خوبصورت معلوم ہو رہا ہے۔ اور کتنا باوقار معلوم ہو رہا ہے میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں،

ورقہ:- اچھا اب اس کو اس کی ماں کے حوالہ کر دو

عبدالمطلب:- ہاں ٹھیک ہے ..... وہ بھی شاید انتظار کر رہی ہو ..... اور شاید دودھ پلاتے ..... ابوطالب آؤ اسے آمنہ کو دے آئیں!۔

ابوطالب:- آپ تشریف لے چلیں۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہی آتا ہوں۔

عبدالمطلب:- تم رک کیوں رہے ہو ابوطالب؟

ابوطالب:- میں چاہتا ہوں کہ ان معبودوں کو سیدھا کر دوں۔ ایسا نہ ہو کہ قریش کے لوگ دیکھ کر ہم پر بدگمانی کریں۔

عبدالمطلب:- تم نے ٹھیک سوچا ..... دیکھو اے ابوطالب اور اے ورقہ تم دونوں یہ باتیں قریش کے کسی آدمی سے نہ بتانا کیونکہ قریش ان باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ جو آج پیش آئی ہیں بلکہ وہ یہی گمان کریں گے کہ ہم نے ہی ایسا کیا ہے۔

ورقہ:- ہاں ٹھیک ہے! ہم میں سے ہر شخص اس راز کو چھپاتے۔ کیونکہ اسی میں بچے کی حفاظت ہے۔

عبدالمطلب: ورقہ تم کو اللہ اچھا بدلہ دے۔

ورقہ:- عنقریب تم قریش کو عجب حالت پر پاؤ

عمر بڑھ نہیں رہی بلکہ گھٹ رہی ہے

اس لئے

عمر کے ہر ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہیئے

جانشین شیخ التفسیرؒ

مرتبہ
محمد عثمان غنی
بی اے

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور امیر انجمن خدام الدین لاہور نے مدرسہ حنفیہ انوار العلوم جامع مسجد قاضی نظام الدین المعروف بہ مسجد انگور والی محلہ امام باڑہ راولپنڈی میں مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۵ء بعد از نماز عشاء ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا صاحبزادہ الحاج سید چراغ الدین شاہ صاحب مہتمم مدرسہ نے سالانہ کارروائی نہایت اختصار سے پیش فرمائی اور حضرت مدظلہ نے طلبا کی دستار بندی کی۔ جلسہ میں مقامی حضرات کے علاوہ نوشہرہ، پشاور، ایبٹ آباد، مری، ٹیکسلا اور واہ کینٹ سے بھی کافی احباب نے شرکت فرمائی۔ اس سے قبل حضرت نے صبح کو آرائے بازار ٹینچ بھاٹہ میں مدرسہ قادریہ راشدیہ برمکان جناب عبدالنبی ملک کا افتتاح بھی فرمایا۔ (مرتّب)

بزرگانِ محترم و معزز حاضرین! آپ کے اس شہر میں متعدد دفعہ حاضری کا شرف اللہ نے بخشا اور اس مسجد میں ایک سے زیادہ مرتبہ مجلس ذکر اور کچھ اپنے ناقص خیالات آپ حضرات کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس دفعہ بھی مختلف کاموں کے ضمن میں حاضری کا موقع ملا۔ ان میں سے یہ آپ کے مدرسے کا سالانہ جلسہ اور سیرت پر موقعے کی مناسبت سے مختلف خطیب اور مشہور مقرر حضرات کی تقاریر کا پروگرام تھا جو کل شروع ہوا اور اس میں ملک کے مشہور و مقبول ترین خطیب حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری نے مفصل سیرت پر کل تقریر فرمائی اور بعض حضرات کو جو تشریف لانا تھا حکومت کی طرف سے ان پر کچھ پابندی لگی اور وہ تشریف نہ لاسکے اور اسی طرح کچھ اور بھی حالات پیش آئے جن کا شاہ صاحب ذکر فرما رہے تھے۔ بہرحال اس ناچیز کو مجلس ذکر کے لئے جو شاہ صاحب کا ارشاد تھا وہ مغرب کے بعد محض اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اور سب بھائیوں کو توفیق دی جو اس وقت حاضر تھے۔ اس کے بعد ہمارا معمول ہے کہ کچھ اللہ کا نام اور اس کا شوق دلانے کے لئے اور امراض روحانی سے نجات کے لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے شاہ صاحب نے پروگرام یہ رکھا کہ عشاء کے بعد ہی کی مجلس میں مجلس ذکر کا بقیہ حصّہ اور کچھ سیرت مبارکہ کے بارے میں اور کچھ قرآن کی تعلیم کی طرف رغبت دلانے کے لئے کچھ اس کا تذکرہ اور کچھ اس کے فضائل بیان کئے جانے چاہئیں۔

بہرحال میرے دوستو اور بزرگو میں کوئی بڑا واعظ، لسّان یا مقرر اور دھواں دار تقریریں کرنے کا، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عادی نہیں ہوں۔ وہ وقتی چیزیں ہیں جوش اور ولولہ اور شوق بھی کچھ پیدا ہوتا ہے۔ مگر عمل کی توفیق کم ہی نصیب ہوتی ہے ایک ذہنی عیاشی کا سامان ہے اس کے علاوہ میرے نزدیک اس کی کچھ اہمیت نہیں۔ یہ وقت بڑا قیمتی ہے۔ ہر انسان جو بظاہر اپنی عمر سمجھتا ہے کہ بڑھ رہی ہے میرے خیال میں اگر غور کرے تو عمر گھٹ رہی ہے ایک شخص کی عمر فرض کیجئے ستر برس ہے اور وہ پچاس برس کا ہے۔ کہنے کو تو عمر بڑھ رہی ہے بچارے کی لیکن درحقیقت تو گھٹ رہی ہے کہ باقی اب بیس ہی برس رہ گئے اسی طرح ایک ایک برس یک دو دو برس۔ کرکے صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے۔ عمر یونہی تمام ہوتی ہے۔ کسی کو اللہ نے ساٹھ ہی برس تک رکھنا ہے اور وہ ساٹھ برس کا ہو گیا بڑا معاملہ ہے۔ بڑی عمر بڑھ گئی اور اب جتنے لمحے باقی ہیں وہ کتنے قیمتی اور مختصر ہیں یوں کہنے کو عمر بڑھ رہی ہے

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

تو افسوس ہے ہمارے ملک میں وقت کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جو قومیں دنیا میں کوئی کام کرتی ہیں وہ وقت یوں ضائع اور بے کار برباد نہیں کرتیں۔ یہاں کوئی ڈگڈگی بجادے، کوئی بندر نچانا شروع کردے راہگیر راہ جاتے ہوئے کیسے ہی مصروف اور ضروری کام کے لئے جا رہے ہوں۔ ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ اس قوم کے پاس کس قدر فالتو اور بے کار وقت ہے ضروری کام چھوڑ کے وہ سانپ دکھانے والے سانپ پٹاری سے نکال دے وہ بندر نچانے والا ڈگڈگی بجادے اور قوم ہے کہ وہاں جمگھٹے لگ جاتے ہیں تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے نزدیک وقت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کوئی اس کی قدر و قیمت نہیں ہے کس طرح ان کا وقت ضائع ہوتا ہے اور اس کا کوئی احساس نہیں ہے اور جو قومیں اپنے وقت کی قیمت جانتی ہیں پہچانتی ہیں آج وہ بقول اقبال ؎

محبت مجھے ان نوجوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

آج دیکھئے وہ کہاں کمندیں ڈال رہے ہیں۔ چاند تک پہنچنے کی مدد اسے اپنی گرفت میں لانے کے لئے ہوا یہ، فضا میں۔ پانی میں کس طرح ایک دوسرے نے قبضہ جمایا ہے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر COMPETITION ہے مقابلہ ہے۔ مسابقت ہے کہ بڑھتا یہ ہے کہ چاند پہ سب سے پہلے اپنے ہوائی جہاز اتار دے اور ادھر یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے وقت کی قیمت ہی سے ناواقف ہیں اس کی قدر سے ہی بیگانہ ہیں تو میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اپنے بزرگوں کو کہ یہ عمر لوٹ

کے نہیں آتی۔ جو زمانہ بیت گیا - جیسے پانی بہہ گیا۔ وہ پلٹ کے نہیں آتے گا جو آپ کی عمر ضائع ہوگئی وہ لوٹ کے آنے سے رہی۔ اب جتنا وقت ہے اسے غنیمت جانیئے اس کی قدر کیجئے اور ایک ایک لمحہ کی قدر پہچانیئے۔

ابھی میں عرض کر رہا تھا مجلس ذکر کی ترکیب بتانے کے وقت کہ میں اپنے والد بزرگوار کا جملہ نقل کر رہا تھا وہ فرمایا کرتے تھے جو دم غافل سو دم کافر۔ جو لمحات یاد الٰہی کے سوا گزر گئے گویا وہ کفرانِ نعمت میں بسر ہوتے مگر اللہ تعالےٰ کے ان انعامات میں سے وقت بہت بڑی نعمت ہے جس کی ہمیں کوئی قدر وقیمت نہیں۔ مگر یہ ہے کہ وہ ذہن ہے نمائش بینی کا اور فضول باتوں میں ضائع کرنے کا۔ کام کی طرف جو توجہ دلاتے اسے دشمن خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جہاں پاگلوں کا ہے جو دوست کو دشمن، دشمن کو دوست، جو ان کے کسی نیک کام میں ان کو توجہ دلائے یا آخرت سنوارنے کے لئے شوق دلائے وہ انہیں بُرا لگتا ہے اور جو کسی تماشے میں، کسی وقت کٹی میں اور لطف یہ ہے کہ تفریح کے لئے کوئی سامان مہیا کرے تو اس سے بہت راضی، بہت خوش ہیں اور اسکو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ بس یہ ہے اسی لئے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کرنا چاہیئے وہ نہیں قوم کر رہی اور جو نہیں کرنا چاہیئے اس میں خوب مگن ہیں اور جو ان کو سرزنش کرے وہ ان کا مخالف ہے اور پاگل اس کے سوا کیا ہوتا ہے کہ دوست اسکو دشمن، دشمن کو دوست، اچھے کو بُرا، بُرے کو اچھا سمجھے اسے تمیز ہی اُٹھ جاتی ہے تو اسی لئے وہ فرمایا کرتے تھے کہ میری قوم مالیخولیا کی مریض ہے یہ جہاں پاگلوں کا ہے' یہ جہاں جو ہے اندھوں اور نابینوں کا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نابینے کم اور آنکھوں والے زیادہ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ بینے آنکھوں والے کم اور نابینے زیادہ۔ سو جہاں بھی آپ جائیں جس شہر میں جائیں، جس قسم کی سوسائٹی سے آپ کو واسطہ پڑے اس میں وقت ضائع کرنے والے اپنے وقت کی قیمت نہ پہچاننے والے ہر عمر ہر طبقے ہر سوسائٹی اور ہر شہر میں آپ کو افراد مل جائیں گے اور جو اپنے وقت کی قیمت جانتے ہیں اپنے نصب العین بناتے ہیں اور اپنا پروگرام حیات رکھتے ہیں انہیں عاقبت کی فکر ہے دنیا میں کچھ کر جانے کا انہیں شوق ہے لگن ہے وہ یوں سو کر کے تفریحوں میں اور نمائش بینیوں میں گپ بازیوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔

سو میرے دوستو اور بزرگو جوں جوں آپ کی عمر بظاہر بڑھ رہی ہے در حقیقت گھٹ رہی ہے۔ غنیمت جانیئے باقی جتنی عمر ہے اس عمر کو اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اعمال خیر میں اعمال صالحہ میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان لغو اور بے ہودہ کاموں، بے ہودہ مجالس اور ان اللوں تللوں سے جن میں ہمارے موجودہ اوقات ضائع ہو رہے ہیں ان سے ہمیں بچ کر دین دنیا کی بہتری، آخرت کی بہتری کے لئے کچھ کر جانے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے آمین۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اَلدُّنیَا سِجْنٌ لِلْمُوْمِنِ وَجَنَّۃٌ لِلْکَافِرِ۔ یہ دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے کافر بے فکر ہو گا۔ جیسے کوئی کرنے کے لئے کام نہ ہو اور مسلمان! اس کے لئے تو اَلدُّنیَا مزرعۃ الاخرۃ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو نیک یا بدعمل کریں گے ان کی جزا یا سزا قبر سے ہی شروع ہو جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر دو حیثیتوں میں سے ایک حیثیت ضرور اختیار کرے گی یا روضۃٌ مِنْ ریاض الجنّۃ یا حُفْرَۃٌ مِنَ حُفَرۃ النیّران یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ۔

جو لوگ اپنے وقت کی قیمت پہچانتے ہیں وہ پنجوقتہ خدا اور رسول کے احکام اور فرامین کو بجا لانے کی کوشش کرتے ہیں اوامر پر عمل پیرا ہیں۔ نواہی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے دن بھی قیمتی ہیں راتیں بھی ان ان کی قیمتی ہیں اور ایک ایک لمحہ جو بسر ہو رہا ہے وہ بھی انشاءاللہ ان کی دین دنیا کے اندر سرفرازی اور کامیابی اور کامرانی کا باعث ہو گا۔ مگر ایسے افراد آپ انگلیوں پر گن سکتے ہیں جو وقت ضائع نہیں کرتے۔ جو اپنے وقت کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اپنے لئے مشعل راہ گردانتے ہیں اور پھر یہ ہے کہ اسی کے مطابق اپنے پروگرام حیات اور اپنے نصب العین کو مرتب کرتے ہیں۔ سو مجھے ان لوگوں سے جن کو کتاب و سنت سے واسطہ نہیں ہے اور صرف شعر و شاعری اور محض ذہنی عیاشی کے لئے جو تقاریر سننے آتے ہیں ان سے بھی گوش گزار یہی کرنا ہے کہ اللہ کے بندو! جو وقت اور جو زمانہ جو گزر گیا یہ لوٹ کر نہیں آئیگا اور ایک ایک لمحہ جو بسر ہو رہا ہے - پھر کروڑوں لاکھوں روپیہ بھی اگر آپ کو میسر آ جائے اور خرچ کریں۔ کسی قیمت آپ نہ پا سکیں گے۔ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ایک لمحہ مقدم، ایک لمحہ موخر آپ کی موت نہیں ہو سکتی اور اگر ہو سکتی تو دنیا کے بڑے بڑے قارون، بڑے بڑے فرعون، بڑے بڑے دنیا میں کروڑ پتی، لکھ پتی، سنکھ پتی راک فیلر جیسے ڈالمیا برلے جیسے دنیا کے اندر آتے اور پھر یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کر گئے وہ اسی لئے کسی نے یہ کہا تھا ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی۔

؎ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

یونہی زمانہ ان کا بھی روپے پیسے جمع کرنے میں خرچ ہوا اور پھر یہ کہ دولت کے انبار لگا کے یہاں سے چلتے بنے۔ دنیا میں بھی وہ کام نہ لا سکے اپنے اور آخرت میں بھی یہ ہی دولت یہی بنک بیلنس یہ ہی انبار دولت کے جو انہوں نے جمع کئے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے اور قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ سانپ اور بچھو کی شکل دی جائے گی ان کے دولت کے انباروں اور بنک بیلنسوں کو اور ان کی جمع کی ہوئی رقموں کو اور وہ ان کو ڈسیں گی اور رکھیں گی۔

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ اَنَا مَا كَنَزْتُمْ

یہ ہے تمہاری دولت اور میں ہوں تمہاری دولت اور بنک بیلنس۔ کس لئے جمع کیا تھا؟ کس مقصد کے لئے جمع کیا تھا؟ آج کے دن کے خدا کے عذاب کے لئے یہ ہی دولت ہے جس سے ہم آخرت سنوار سکتے ہیں جس کے ذمے حج فرض ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر وہ حج نہیں کرتا۔ یہودی مرے یا نصرانی مرے۔ اس کے مسلمان مرنے کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ جہاد کی اگر نیت نہیں۔ جہاد کا جذبہ نہیں۔ کرنے کی توفیق نہیں۔ یہودی مرے یا نصرانی مرے، اس کے مسلمان مرنے کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ مگر مسلمان کو اس کی کوئی فکر ہی نہیں کبھی آپ سروے (SURVEY) کر کے دیکھئے۔ تحقیق کر کے دیکھئے۔ تجزیہ کیجئے۔ وہ مل اونرز (MILL - OWNERS) کروڑ پتی - لکھ پتی۔ ہمارے زمیندار وہ بڑے بڑے لینڈ لارڈ اور ادھر یہ ہے کہ سلطنت کے کاروبار میں جو اب بھی شریک ہیں یا پہلے آپ کے اس ملک میں صدیوں حکمران رہے ہیں یا پچھلے ادوار میں تھے نسلاً بعد نسل، سلطان ابن سلطان خاقان ابن خاقان اور بڑے بڑے لکھ پتی۔

ہفت ہزاری، بیس ہزاری۔ مغلوں کے دور میں جوان کے مناصب تھے۔ عہدے تھے انعامات اور خطابات اور خلعتوں سے نوازا جاتا تھا مگر خدا کی توفیق نہ حج کی سعادت نصیب ہوتی نہ زکواۃ دینے کی توفیق نصیب ہوتی نہ یہ ہے کہ نماز جیسے فرض کی ادائیگی کی توفیق ہوئی۔ اور ادھر یہ ہے کہ اسلام سے دور کی محبت ہے۔ جذباتی۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ پدرم سلطان بود۔ بعض نسلاً بعد نسلٍ مسلمان چلے آرہے ہیں ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خالش نہ خط
بمجبوریش نام نہاوند غلط

کہتے ہیں مسلمان لیکن اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ کسی بھی نقطہ نظر سے آپ ناپ تول کر دیکھئے کہ اسلام ان کا اعتقاد کے اعتبار سے، جذبات کے اعتبار سے، اعمال کے اعتبار سے، کونسا ان کا عمل حیات ظاہر کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں؟ لیعنی پنجوقتہ نماز سے دور کا واسطہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے صاحب زکوٰۃ صاحب نصاب کیا جس کے دینے کی کبھی توفیق نہیں، حج فرض ہے تو صدیوں سے نسلاً بعد نسلٍ کسی کو ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اور جن حضرات کے ذمے حج فرض نہیں وہ یکے بعد دیگرے اس کی تمنا رکھتے ہیں بچارے ایڑیاں رگڑ کر اور پھر یہ ہے کہ پاپیڑ بیل کر بھی حج پر جانے کے لئے یا پیادہ پیدل سفر کرکے جانے کے لئے تیار اور پھر ایسوں کو اللہ تعالیٰ نوازتے بھی ہیں۔

تو میں عرض یہ کررہا تھا کہ مسلمانوں کو کوئی اس کی اہمیت نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کی ہیں جو جذباتی محبت ہے وہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کا اوڑھنا بچھونا ہے اور محبت ہونی بھی چاہیئے کہ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ تم سے کوئی بھی ایمان کی تکمیل کا دعویٰ نہیں کرسکتا، اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اسے حضور اکرم سے محبت، والدین اپنے بھائیوں دوستوں کو دنیا کے مال و اموال سب سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن یہ محبت تب کام آئے گی کہ آپؐ کے اسوہ اور نمونہ کو مشعل راہ بنائیں۔ ان کے طور طریقوں کو اپنائیں چنانچہ میں نے اسی لئے قرآن حکیم کا ایک رکوع آپ کے سامنے تبرکاً تلاوت کیا اور صرف قرآن حکیم کے تحت ہونے کے بجائے عمومی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اور کچھ تھوڑا بہت قرآن حکیم کے بارے میں کیونکہ یہ مدرسہ قرآن حکیم کی نشر و اشاعت کے لئے اور قرآن ہی کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے اور مسلمان بچوں کی اصلاح اور ہدایت کے لئے ہی بچاروں نے قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسے، تمام مدارس دینیہ، اس مسجد تمام مساجد اللہ کو مسلمانوں کو آباد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے بچوں کو کتاب اللہ کی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ہمیں اور ان سب کو توفیق عطا فرمائے۔

بہرحال یہ ہمارا وقت جو ہے اپنا ہو یا دوسرے مسلمان بھائیوں کا ہو جب ہم ضائع ہوتے دیکھتے ہیں گلیوں میں کوچوں میں، بازاروں کے اندر، اوباشوں اور بدمعاشوں کے ساتھ بیٹھ کر غلط سوسائٹی کے ساتھ ان کا رات دن صرف ہوتا ہے۔ فضول کھیلوں میں لغو کاموں میں دن رات ان کے صرف ہوتے ہیں اسکول سے واپس آکے سارا دن وہ گلی ڈنڈے کے اندر، پتنگ بازی کے اندر، گپ بازی کے اندر اور خدا معلوم کہ کیا کیا لغو اور فضول کھیل ان کے گلے پڑ گئے ہیں اور فلموں میں ناولوں میں افسانوں میں ریڈیو میں اور اب ہمارے لاہور میں ٹیلی ویژن ہے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دنیا اپنی تباہی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ دن رات انہی چیزوں کے فروغ دینے کی ہمارے بھائیوں کو سوجھتی ہے۔ آخرت کی فکر کسی کو نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جذباتی محبت ہے اور اس کی نمائش جس طریقے سے ہمارے ہاں ہو رہی ہے اور اب عنقریب جلسوں اور جلوسوں میں جو آپ دیکھیں گے، خلاف شرع، خلاف سنت طریق کار اور یہ گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ دین کا بہت بڑا کام انجام دیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اس قوم کو ہدایت عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ دعا کے سوا ہم کیا کرسکتے ہیں ہمارا کام ہے پیغام حق پہنچانا کلمہ حق بیان کرنا کیونکہ جب یہ صورت حال پیش آجاتے کہ مسلمان کو دین سے واسطہ نہ ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ جب قوم گمراہی کی انتہا کو پہنچ جائے بدقسمتی سے جب اس حد تک نوبت آجائے تو پھر اس کی اصلاح اور ہدایت کا کیا ذریعہ اور باعث ہوسکتا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز سے ان کی ابتداءً اصلاح ہوئی تھی انتہا کے کار اسی سے ان کی اصلاح دوبارہ ہوسکے گی اور وہ ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ لیکن آج سچ کہو اور پرے ہوکہ اَلْحَقُّ مُرٌّ سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔ حقیقت سننے کے لئے اپنی بہتری کی بات سننے کے لئے نجات فکر کے لئے کوئی توجہ دلاتے اور وہ ہمیں بہت برا لگتا ہے وہی آدمی ہمیں پسند نہیں اور اس کے لئے ہر جملہ چست کرنے کے لئے اور پھبتی کے طور پر ان کے لئے استعمال کرنے کے لئے ہماری سوسائٹی میں سب کچھ موجود ہے لیکن افسوس ہے کہ جو مذہب گئے گزرے اور خود ساختہ بناوٹی اور آج ان کی کوئی اصلیت نہیں وہ اپنے مذہبی لوگوں کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں وہ ان کا بڑا احترام کرتے ہیں بناوٹی اور خود ساختہ کتابیں ہیں مثلاً سکھوں کو دیکھ لیجئے کہ اپنے مذہبی لوگوں کی کس قدر اور اپنے مذہبی اعمال حیات کی کس قدر اہمیت ان کے پیش نظر ہے اس زمانے کے اندر یہ کیس رکھنا۔ داڑھی رکھنا واقعی کارے وارد ہے اور گرنتھ ہے خود ساختہ کتاب لیکن اس کی جوان کے ہاں قدر و قیمت ہے اس کا اندازہ کبھی آپ کو دیکھنے ہی سے ہو سکتا ہے اور اس دور کے اندر واقعی یہ ہے کہ اپنی یہ ہیئت کذائی باقی رکھ کے لندن تک امریکہ تک جانا اور پھر پلٹ کرکے ڈگریاں لے کرکے بیرسٹر بن کر واپس آنا یہ انہی کا کام ہے اور ادھر مسلمان میٹرک پڑھ لے اور پھر یہ ہے کہ نماز نہیں پڑھتے کہ کریز (CREASE) ٹوٹ جاتے گی۔ یہ حال ہے ان کا ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خالش نہ خط
بمجبوریش نام نہاوند غلط

کیسے مسلمان ہیں۔ سر سے لے کر پاؤں تک اسلام کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ ان کے عمل حیات کو اسلام سے دور کا واسطہ نہیں اور جہاں جاتے ہیں۔ نرم پانی کی طرح لوٹے میں ڈالیں تو لوٹے کی شکل اختیار کر جاتے۔ گلاس میں ڈالو تو گلاس۔ وہ عیسائیوں میں جا کے بیٹھیں گے تو عیسائیوں کا رنگ اختیار کریں گے اگر ہندوستان میں آپ ان کو دیکھیں ہندوؤں کے طور طریقے اپنانے کے لئے تب وہ تیار ہیں۔ ان کے ہاں ہندوؤں کے اندر کتنے ہی مسلمان اخباروں میں ہم پڑھتے رہتے ہیں کہ وہ مسلمان اسلام سے تائب ہوکر ہندو مذہب اختیار کر بیٹھے اور انہوں نے شدھی کر لیا۔ بھلا مسلمان بھی کبھی شدھی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے مذہب کو چھوڑ سکتا ہے درحقیقت وہ مسلمان تھے ہی نہیں اگر وہ مسلمان ہوتے تو اس

محمد شفیع عمرالدین حیدرآباد

اپنے علم پر عمل نہ کرنا نادانی ہے

؎ علم چندانکہ بیشتر خوانی چوں عمل درنیست نادانی
(سعدیؒ)

جس طرح دین کا علم حاصل کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے اس طرح اس پر عمل کرنا بھی فرض ہے علم حاصل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

طلبِ علم دین

حدیث :- مَانَّ طَلَبَ الْعِلْمَ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ (الجامع الصغیر السیوطیؒ ص۲)

ترجمہ - پس علم (دین) کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

بے عمل عالم قیامت کے دن سخت عذاب میں گرفتار ہوگا

حدیث :- اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ عِلْمُهٗ۔ (ایضًا)

ترجمہ :- قیامت کے دن لوگوں میں بہت زیادہ عذاب اس عالم کو ہو گا۔ جسے اس کے علم نے فائدہ نہ دیا ہو گا۔

بقول حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "علم نہایت شریف ہے۔ لیکن بندے کو بغیر عبادت کے چارہ نہیں۔ ورنہ علم بغیر عمل کے محض بیکار ہے۔ کیونکہ علم بمنزلہ درخت کے ہے۔ اور عمل بمنزلہ ثمر کے ہے ...... درخت کا فائدہ پھل سے ہے۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو بندے پر لازم ہے کہ اس کا علم اور عمل دونوں میں حصہ ہو"

نیز آپ نے فرمایا

"تم عبادات شرعی مانند نماز اور روزہ کے تمام احکام اور شرائط کا علم حاصل کرو تاکہ ان پر عمل کر سکو"
(منہاج العابدین)

حضرت شیخ سعدیؒ عمل کی طرف توجہ دلانے کے لئے فرماتے ہیں ؎

بارِ درخت علم ندانم مگر عمل
باعمل اگر عمل نہ کنی شاخِ بے بری

دوسری جگہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "دو شخصوں نے فضول محنت اور مشقت اٹھائی ہے۔ ایک اس شخص نے جس نے علم تو پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا اور دوسرا وہ جس نے مال و دولت کو جمع کیا مگر خرچ نہ کیا"

ایک وعظ کے دوران میں حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

"میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو علم کی تو فکر ہے لیکن عمل کی نہیں۔ بڑا اہتمام اس کا ہوتا ہے۔ کہ ہم ساری کتابیں پوری کر لیں۔ ہدایہ بھی۔ صدرا بھی شمس بازغہ بھی، لیکن عمل کرنے کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔
(حقیقت احسانی)

لہٰذا دین کا علم نہایت رغبت اور شوق کے ساتھ ساری عمر حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ علم حاصل کرنے کا مقصد پورا ہو سکے اور محنت ٹھکانے لگے اور بار آور ہو۔

ورنہ :-

عِلْمٌ لَایَنْفَعُ کَکَنْزٍ لَایُنْفِقُ مِنْهُ۔ (جامع الصغیر)

ترجمہ :- علم جو نفع نہ دے اس جمع کئے ہوئے خزانے کی مانند ہے جو خرچ نہ کیا جائے۔

علم پر عمل کرنے کے بارے میں سوال

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں میدان حشر سے تب تک نہ سرکیں گے جب تک اس سے پوچھ نہ لیا جائے کہ :-

(۱) تو نے عمر کو کس کام میں صرف کیا ؟

(۲) تو نے اپنے علم پر کس طرح عمل کیا ؟

(۳) اور اپنے مال کو کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا ؟

(۴) اور اپنے جسم کو کس چیز میں پرانا کیا ؟ (ریاض الصالحین)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے عویمرؓ! تیرا کیا حال ہو گا جب تجھے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تو عالم تھا یا جاہل ؟ اگر تو جواب دے گا کہ میں عالم تھا تو سوال ہو گا کہ تو نے جو علم سیکھا تھا اس پر عمل بھی کیا تھا ؟ اگر تو جواب دے گا کہ میں جاہل تھا تو تجھ سے سوال ہو گا کہ تجھے جاہل رہنے اور علم نہ سیکھنے میں کون سا عذر درپیش تھا ؟ - (فقہ محمدیہ طریقۂ احمدیہ حصہ ۶)

عالم بے عمل کی مثال

(۱) مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (الجمعہ آیت ۵)

ترجمہ :- ان لوگوں کی مثال جنہیں تورات اٹھوائی گئی تھی پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے۔ ان لوگوں کی بہت بری مثال ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

"یعنی یہود پر "تورات" کا بوجھ رکھا گیا تھا۔ وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے تعلیمات و ہدایات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ نہ اس کو محفوظ رکھا۔ نہ دل میں جگہ دی۔ نہ

نہ اس پر عمل کر کے
اللہ کے فضل و انعام سے بہرور ہوئے
بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل
بنائے گئے تھے حکمت و ہدایات کا
ایک ربانی خزینہ تھا۔ مگر جب اس
سے منتفع نہ ہوئے تو وہی مثال رہ
گئی ہے

نہ محقق بود نہ دانش مند
چارپائے بروکتابے چند

ایک گدھے پر علم و حکمت کی
پچاسوں کتابیں لادو، اس کو بوجھ میں
دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں وہ تو
صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔
اس بات سے اسے کچھ سروکار نہیں
کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے
ہیں یا خزف وسنگریزے۔ اگر محض اس
پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ
پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی
ہوئی ہیں۔ لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز
ہوں تو یہ اور زیادہ گدھاپن ہوگا۔
یعنی بری قوم ہے وہ جس کی
مثال یہ ہے۔ اللہ ہم کو پناہ میں
رکھے"۔

(۲) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ آتَيْنَاهُ
آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ
فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ○ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى
الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ج فَمَثَلُهُ
كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج إِن تَحْمِلْ
عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث
ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا ج فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُونَ ○

(الاعراف - آیت ۱۷۵-۱۷۶)

ترجمہ۔ اور انہیں اس شخص
کا حال سنا دے، جسے ہم نے اپنی
آیتیں دی تھیں پھر وہ اُن سے نکل
گیا۔ پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو
وہ گمراہوں سے ہو گیا۔ اور ہم چاہتے تو ان
آیتوں کی برکت سے اس کا مرتبہ بلند
کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو
گیا۔ اور اپنی خواہش کے تابع ہو
گیا۔ اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا
اس پر سختی کرے تو بھی ہانپے اور اگر
چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔ یہ ان لوگوں
کی مثال ہے۔ جنہوں نے ہماری آیتوں
کو جھٹلایا۔ سو یہ حالات بیان کرے
کہ وہ فکر کریں۔

(ف) بعض تفسیروں میں اس
مقام پر بنی اسرائیل کے ایک عالم
بلعم باعور کا ذکر مثال کے طور پر
مذکور ہے۔ جس نے اپنے علم پر عمل
نہ کیا تھا۔ حکومت کے فریب میں
آ گیا تھا۔

زر اور زن

کے لالچ نے اسے گمراہ کر دیا
تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی مخالفت پر کمر باندھ لی تھی۔
اس طرح اس نے اپنی دنیا و آخرت
دونوں برباد کر لی تھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں:۔ جو عالم شہوات
کا تابع ہو جائے اسے عالم نہ کہنا
چاہیے"۔

بقول حضرت مولانا عثمانیؒ علمائے
سوء کے لئے ان آیات میں بڑا
عبرت ناک سبق ہے اگر دھیان کریں"
حاصل کلام دین کو دنیا کی
خاطر بیچ کر عاقبت نہ برباد کرنی چاہیے

دعا

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَ
عَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا۔

(حصن حصین)

ترجمہ۔ اے اللہ تو
نے جو مجھے علم دیا ہے اس سے
مجھے نفع دے۔ اور مجھے وہ علم
عطا کر جو مجھے فائدہ دے۔ اور
مجھے زیادہ علم عطا کر۔ آمین

بقیہ: عمر گھٹ رہی ہے

طرح ہندو یا عیسائی ہو جاتے؟ اور اس طرح
مرزائی ہو جاتے اور دوسرے مذاہب اختیار
کر لیتے؟ اسلام میں کون سی چیز ہے جو
انہیں اس سے بڑھ کر کے ہندو ازم میں
یا عیسائیت میں یا کسی کیمونزم میں یا کسی اور
میں ان کو نظر آئی۔ اور جن کو سچے مسلمانوں کو
کوئی بھی ان کو چیز پیش کی گئی چاہے وہ
ہندوؤں کی ویدان پنارتھی ہو بدھ مت کا اخلاقی
نظام ہو یا عیسیٰ علیہ السلام کی عدم تشدد
کی تعلیم اور اخلاقی نظام ہو کوئی بھی یا کیمونزم
ہے آج کا معاشی نظام ان کے سامنے جب
پیش کیا گیا تو انہوں نے اسلام کی برتری
ان پر قولاً فعلاً عملاً دلیل سے برہان سے
ثابت کر کے اسلام کی فوقیت کا سکہ جما دیا
چنانچہ میں نے ایک اخبار دلیل کے طور پر رکھا
ہوا ہے لاہور سے "تسنیم" نکلتا تھا مودودیوں
کا اس نے عبدالماجد دریا آبادی کے "صدق"
سے نقل کیا اور وہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
لاہور کی "ثقافت اسلامیہ" کے ڈائریکٹر تھے ان
کی ایک کتاب کے ایک حصے کو نقل کرتے ہیں
نقل یہ ہے ہمارے بزرگوں حضرت مولانا سندھی
رحمۃ اللہ علیہ جب ماسکو گئے ہیں ٹرکی اور کابل
سے حجاز جاتے ہوئے تو اس زمانے میں لینن
وغیرہ حیات تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک
بڑے مسلمان لیڈر یہاں سے گزر رہے ہیں
اور ان کے مہمان ہیں تو انہوں نے کیمونزم
ان کے سامنے پیش کیا کیمونزم کا معاشی نظام
ان کے سامنے رکھا کہ وہ اسے اپنائیں اور
اسے قبول کریں۔

بقیہ - آمنہ کا لال

گے۔ کامیاب وہ لوگ ہوں گے جو اس
پر ایمان لائیں گے۔ اور وہ لوگ ہلاک
ہوں گے۔ جو اس سے کفر و دشمنی کریں گے

عبدالمطلب:۔ کیا میرے بچے کے ساتھ یہ بھی
پیش آنے والا ہے؟

ورقہ:۔ ہاں میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس
کی قوم اس کو اس شہر سے نکالے گی
مگر اس کا کام دن بہ دن ترقی اور
بلندی اختیار کرتا جائے گا۔

عبدالمطلب:۔ میرے ماں باپ اس پر نثار ہوں
کیا اے ورقہ اس کی قوم اس کو نکال
بھی دے گی؟

ورقہ:۔ آج جو میں کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہوگا
.... اے کاش میں اس وقت تک زندہ
رہتا تو اس کی اچھی طرح مدد کرتا۔

عبدالمطلب:۔ اللہ تم کو برکت دے تمہاری
باتوں سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں
اس بات سے بہت خوش ہوں کہ تم
اس بچے پر قریش سے زیادہ شفیق ہو۔

ورقہ:۔ بے شک یہ اسمٰعیل کی اولاد سے ہے
اور ابراہیمؑ کی دعوت کو پھیلائے گا اور
اسمٰعیلؑ کا رب ان کی حفاظت کرے گا

عبدالمطلب:۔ اور قریش اے ورقہ؟

ورقہ: قریش کو چھوڑو، ایک دن ایسا آنے
والا ہے کہ قریش کو کوئی یاد کرنے والا نہ ہو
گا۔ بجز وہ لوگ جو اس بچے کی دعوت
میں منسلک ہو جائیں گے۔

بقیہ - خطبہ جمعہ

چلنے والوں کی رفتار پر نظر ڈالیے جو بالکل سست رفتار ہوں گے ان کی وقعت آپ کے دل میں پیدا نہ ہوگی انہیں آپ سست و علیل خیال کریں گے اور جو اکڑ کر اور تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلیں گے انہیں آپ بدتمیز اور مغرور سمجھیں گے۔ متانت اور وقار صرف اعتدال کی راہ میں ہے اور یہی اللہ والوں کی چال ہے۔

راہ میں چلنے والوں سے سلوک

قولہ تعالےٰ :-
فَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا (نساء آیت ۸۶)

راہ میں کوئی سلام کرے تو کشادہ پیشانی اور اخلاق سے اس کا جواب دو۔

جاہلوں سے واسطہ

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔

اور جب ان سے (یعنی اللہ والوں سے) لوگ جہالت کی بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کرتے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

مقصد

یہ ہے کہ اگر تمہیں جاہلوں اور برے لوگوں سے واسطہ پڑ جائے اور وہ اپنی عادت کے مطابق تلخ گفتاری یا گندہ ذہنی سے بھی مخاطب ہوں تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ ان سے الجھو نہیں۔ شریفانہ طریقہ یہ ہے کہ سلام کر کے آگے بڑھ جاؤ اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔

دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب

قولہ تعالےٰ :-
(۱) لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا
(پ ۱۸ س نور رکوع)
(۲) وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○
(س فرقان رکوع ۶)

حاصل آیات بالا

کا یہ ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک قدم نہ رکھو جب تک پہلے سلام نہ کر لو۔ جب لغویات کی طرف سے تمہارا گزر ہو تو خاموشی اور وقار کے ساتھ گزر جاؤ اور اس طرف توجہ ہی نہ دو۔ آپ تاریخ عالم کا مطالعہ کر جائیے دنیا کی کسی کتاب کسی مذہب اور کسی قوم میں شرافت انسانی اور تہذیب نفس کی ایسی شاندار تعلیم کہیں نظر نہ آئے گی اور حفاظت زبان کا یہ سبق کسی نے نہ دیا ہو گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن عزیز حقیقت میں قانون زندگی اور ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس میں جزئیات تک کے لئے بلیغ اشارات موجود ہیں دوسری کوئی کتاب اس کے علاوہ یہ حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ دیگر آسمانی کتابوں کی تو زبان تک محفوظ نہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر دنیا سے کتب و رسائل کے تمام ذخائر محو ہو جائیں۔ اور تنہا یہی ایک کتاب باقی رہ جائے تو پھر بھی قرآن کی موجودگی میں کائنات انسانی رہنمائی کے لئے کسی امر کا محتاج نہ رہے گی ہاں اس کی تشریح کے لئے کائنات کو پیغمبر اسلام کے اسوہ کی ضرورت باقی رہے گی۔ غرض ہر شعبۂ زندگی کے متعلق قرآن عزیز میں رہنمائی کی گئی ہے اور پیغمبر اسلام سید دوعالم • روح دو عالم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر عمل کر کے آنے والی نسلوں کے لئے دائمی نقوش چھوڑے ہیں جو قیامت تک تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔

حفاظت زبان کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ

برادرانِ اسلام :- مذکورہ بالا سطور میں کتاب اللہ شریف سے حفاظت زبان کے بارے میں احکام پیش کئے گئے ہیں۔ اب اس سلسلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرز عمل ملاحظہ فرمائیے :-

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ ایک روز باہر نکلے اور اپنی سواری پر چلے اور آپؐ کے اصحابؓ آپؐ کی معیت میں تھے۔ ان میں سے کوئی آپؐ کے آگے نہیں چل رہا تھا۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ پاک سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارا دن (یعنی وفات) آپ کے دن (وفات) سے پہلے کر دے۔ آپ فرمائیے! اگر ایسا ہو گیا کہ ہم آپ کے بعد رہے۔ اور خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے تو کون سا عمل ہم آپ کے بعد کریں؟ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا اور خود ہی کہا۔ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ کیا وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ جہاد فی سبیل اللہ بھی اچھی چیز ہے۔ اور دین کی سب سے زیادہ تقویت دینے والی چیز کی لوگوں کے ساتھ عادت ڈالنا اس سے بھی زیادہ افضل ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ روزہ اور صدقہ ہے؟ آپ نے فرمایا روزہ و صدقہ بھی اچھی چیز ہے اور لوگوں کے ساتھ دین کی سب سے زیادہ تقویت دینے والی چیز کی عادت ڈالنا اس سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہر شہر کا جس کو وہ جانتے تھے اسی طرح یکے بعد دیگرے تذکرہ کرتے رہے اور ہر مرتبہ آپؐ یہی فرماتے رہے کہ دین کی سب سے زیادہ تقویت دینے والی چیز کی لوگوں کے ساتھ عادت ڈالنا زیادہ افضل ہے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ میں لوگوں کے ساتھ دین کی زیادہ تقویت دینے والی چیز کی عادت ڈالوں۔ کیا یہ ان سب سے زیادہ افضل ہے؟ تو اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا خاموشی زیادہ افضل ہے مگر بھلی بات سے نہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا ہم سے جو کچھ ہم زبان سے کہتے ہیں اس کا مواخذہ کیا جائیگا تو آپؐ نے حضرت معاذؓ کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے یا اسی جیسا اور جو کچھ اللہ نے چاہا آپ نے کہا اور فرمایا کہ لوگ اپنے نتھنوں کے بل جہنم میں کسی اور وجہ سے نہیں محض اپنی زبان کی گویائی کی وجہ سے اوندھے کر کے ڈالے

جائیں گے۔ جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے بھلی بات کہے اور نہیں تو شر سے چپ لگا جائے۔ تم بھلی بات کہا کرو۔ غنیمت جمع کر لوگے اور شر سے خاموشی برتو۔ محفوظ رہوگے۔

دوسری شہادت

حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا گیا۔ رونے والی اس پر روئی اور اس نے کہا "ہائے میرے شہید!" راوی کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "رک! تجھے کیا پتہ کہ وہ شہید ہے؟ شاید کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی چیز میں بخل کرتا ہو۔ جس سے اس کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو۔

حاصل

یہ نکلا کہ لایعنی باتیں کرنے والا اور بخیل اللہ اور رسول کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اور لایعنی باتیں اور بخل مرتبۂ شہادت سے بھی محروم کرنے والی برائیاں ہیں۔
اللہ تعالےٰ ہم سب کو لایعنی باتیں کرنے سے بچائے۔ اپنے کردار و اطوار کی حفاظت کرنے اور زبان کو قابو میں رکھنے کی توفیق دے۔
آمین یا الہ العالمین

بقیہ: اداریہ

سکتی لیکن باطل پرست قوتیں ہر گھڑی اس کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور خلافِ اسلام کارروائیوں میں مصروف رہتی ہیں۔ مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور وہ ایسا دلآزار لٹریچر شائع کرتے رہتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں اور ان کی یہ سرگرمیاں گھٹنے کی بجائے روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ اب اسرائیل نے بھی اپنے آقایانِ ولی نعمت کا اشارۂ ابرو پا کر یہ شرانگیز جسارت کی ہے کہ قرآن میں تحریف کرے اور دنیائے اسلام کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے۔ لیکن ہم کفر کی ملتِ واحدہ کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ خواہ کچھ بھی کر لیں اسلام کا چراغ روشن رہے گا اور آپ حسد کی آگ میں جل جل کر راکھ ہوتے رہیں گے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

تاہم مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کا محاسبہ کریں اور اس کے لئے جیسا کہ ہمارا سابقہ طرزِ عمل ہے صرف احتجاج کافی نہیں بلکہ عملی طور پر غیر مسلموں کے اس پروپگنڈہ کا جواب ضروری ہے۔ متحدہ عرب جمہوریہ نے اس سلسلے میں اگرچہ پہل کی ہے۔ پھر بھی تمام اسلامی ملکوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس سلسلے میں مشترکہ محاذ بنائیں اور اسرائیل کی اس ناپاک سازش کے خلاف تادیبی کاروائی کریں۔

ہم حکومت پاکستان سے خاص طور پر درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں پہل کرے اور اسرائیل پر واضح کر دے کہ اُسے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

بقیہ: تعلیم نسواں

اور ساتھ ہی ساتھ موجودہ مروجہ طرزِ تعلیم کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ہم کو ہر ہر گھر میں جا جا کر لڑکیوں کو ایسی تعلیم کے حصول کے لئے آمادہ اور تیار کرنا ہوگا۔ جس کے ذریعہ تمام مسلمان لڑکیوں کے اندر مذہب و اخلاق کی پاسداری گھریلو زندگی کے طور طریقے، رسم و رواج سے نفرت اور علم و حکمت کا شوق و جذبہ پیدا ہو سکے

بقیہ: مجلس ذکر

جو بھی پروگرام یاد الٰہی کا بنائیں پھر اس پر ڈٹ جائیں۔ ایسی جگہ مقرر کریں۔ جہاں کسی غیر کے آنے کا خطرہ اور خیال بھی نہ آئے۔

بزرگانِ دین کا اکثر معمول تھا۔ کہ انہوں نے اپنے اوقات اور اللہ کی یاد کے لئے خاص جگہ مقرر کی ہوتی تھی۔ جہاں کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت مدنیؒ کا ایک الگ کمرہ تھا۔ جہاں وہ اپنے اوراد و اشغال میں مشغول رہتے۔ وہاں کسی اور کو داخل ہونے نہ دیتے۔ حضرتؒ کا حال یہ تھا کہ اگر مصروفیات کی وجہ سے دن کو اپنے معمولات پورے نہیں کر سکتے تھے تو رات کو ہمیں سب کو سلا کر خود یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ اکثر بستر پر بیٹھے بیٹھے رات گزار دیتے۔ اگر نیند آ جاتی تو ذرا اونگ لیتے اور پھر ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے۔ غرض ہمارے بزرگوں نے اپنے معمولات اور عبادات میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیا ہمیں بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اسی میں ہماری کامیابی ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام نے ایک ضابطہ اور قانون بنایا ہے۔ نماز کا وقت مقرر ہے۔ وقت سے پہلے اور وقت کے بعد نماز پڑھنا دونوں بے فائدہ ہیں۔ ہمیں بھی اپنی زندگی گزارنے کے لئے ایک پروگرام اور ضابطہ بنانا چاہیے۔ جس میں اللہ کی یاد کو مقدم رکھیں۔ اگر کسی وجہ سے روزانہ نہ کر سکیں۔ تو کم از کم ہفتہ میں ایک دن ضرور مقرر کریں۔ اس وقت خالصًا اللہ کی عبادت اور ذکر کریں۔ کسی اور کا آپ کو خیال نہ آئے۔ تنہائی میں اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائیں۔ خوب اس کی یاد کریں۔ سو آج کا سبق یہ ہے کہ آپ اللہ کی یاد اور حقوق اللہ کو دوسرے سارے کاموں سے زیادہ اہمیت دیں۔ اس کے لئے وقت نکالیں۔ اگر یہ خیال کریں گے کہ کھانا کھا کر یا کام کر کے ذکر کریں گے تو شاید آپ تھکاوٹ کی وجہ سے نہ کر سکیں گے بلکہ آپ ذکر اللہ کر کے کھانا کھائیں۔ ذکر و عبادت سے فارغ ہو کر اپنے کام میں مشغول ہوں۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تعلیمِ نسواں

مضمون نگار نے مضمون کے ساتھ اپنا نام نہیں لکھا، اور اگر الگ لکھا ہو تو وہ سلپ دستیاب نہیں ہوئی۔ بہرحال مضمون کی افادیت کے پیشِ نظر شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

مرد اور عورت کے درمیان ابتدائے آفرینش ہی سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور یہ تعلق صرف دنیاوی زندگی ہی کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کا ہے۔ دونوں زندگی کے دو پہیّے ہیں۔ اس لئے دونوں کے اخلاق و عادات، طور طریقے، تعلیم و تربیت، رہن سہن اور وضع قطع اگر یکساں نہ ہوں گے تو زندگی کی دشوار گذار راہیں طے کرنی دوبھر ہو جائیں گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس پہلو کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کیا جائے جس کو اپنا کر ایک عورت اپنی زندگی کی مشکل راہیں آسانی سے طے کر سکتی ہے۔

اسی سرزمینِ عالم پر عورت کا جو مرتبہ ہے وہ کسی سے پنہاں نہیں، وہ سرزمین عالم پر وجود میں آنے سے لے کر تا قیامت زندگی کی مختلف منزلوں میں مختلف حیثیت سے ساتھ دیتی ہے۔ کبھی وہ والدہ کا فریضہ انجام دیتی ہے، کبھی ہمشیرہ کا تو کبھی شریکِ حیات کا۔ والدہ کی صورت میں وہ ہماری اوّلین معلّمہ ہوتی ہے اور پرورش و تربیت کا کام انجام دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو جاہل، غیر مہذب اور غیر تربیت یافتہ رکھنے سے خود ہماری تعلیم بھی ناقص رہ جائے گی اور ہماری زندگی میں شائستگی، خوبصورتی اور لطافت کی پوری جلوہ گری نہ ہو گی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی تعلیم کی شدید تر ضرورت ہے ؎

کون کہتا ہے کہ تعلیم زناں خوب نہیں
ایک ہی بات فقط یاں کہنا ہے حکمت کی
دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

تعلیمِ نسواں کے فوائد

اب عام طور سے مسلمان مرد یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت اپنے گھریلو نظم و نسق کو بخوبی انجام دے سکے۔ اسی مختصر تعلیم پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کے سوا ان چیزوں کی بھی تعلیم دینی چاہئے کہ وہ ماں، باپ، ساس، خسر، بہن بھائی اور شوہر کے مصائب و آلام میں کس طرح شریک ہو سکے۔ بے ہودہ رسموں اور بُرے رواجوں سے دُور رہ سکے۔ اپنے عزیز ترین بچّوں کی نگرانی کر سکے۔ انہیں سبق مع معنی و مطالب کے پڑھا لے اور یاد کرا سکے۔ گھریلو آمد و خرچ کے حساب و کتاب کو قلمبند کر سکے۔ خط و کتابت کے نوشت و خواند میں دوسروں کی خوشامد سے بچ سکے۔ نیز سلائی، بُنائی، کڑھائی اور دیگر دستکاریوں کے کام کو بخوبی انجام دے سکے۔ بیماروں کی تیمارداری اپنے فہم و فراست سے کر سکے۔ اپنے بچّوں کو اخلاقی و اصلاحی تعلیم اس طرح دے سکے کہ وہ جوان ہو کر اپنی قوم کے لئے باعثِ فخر ہوں۔ اور ساتھ ہی بڑھاپے میں والدین، رشتہ داروں اور قرابت مندوں کی اچھی طرح خدمت کے فریضہ کو سرانجام دے سکے۔ آج تک اس سرزمین عالم اور کرۂ ارض پر جس قدر نامور اشخاص گذرے ہیں ان تمام نے تعلیم و تربیت یافتہ ماؤں ہی کے آغوش میں پرورش پا کر اپنی شہرت کو چار چاند لگائے ہیں۔

اب شاذ و نادر اس قسم کی تعلیم یافتہ عورتیں ملیں گی، جدھر بھی نظر دوڑائیں گے تو اکثر و بیشتر فیشن ایبل عورتیں ملیں گی۔ ان میں سے زیادہ اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والی ہوں گی کم ایسی ہوں گی جو مغرب کی نقالی سے محفوظ رہ سکی ہوں۔ اور مشرقی تہذیب و تمدن نسوانی تقاضوں اور فطرت کے صحیح اصولوں کو مدِّنظر رکھ کر اپنے کاموں کو انجام دیتی ہوں بلکہ ان کا کام یہ ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

زمانہ جس کو کہتا تھا شرم و حیا کا پُتلا
جسے دیکھا کسی نے بھی نہ بازاروں میں بے پردہ
وہی اب ناچتی ہے سینما اور تھیٹر میں
وہی دیتی ہے اذنِ عیش غیروں کو کلب گھر میں

اب آپ خود اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بے حیائی و بے شرمی کس قدر ترقی کر چکی ہے۔ کہیں وہ پردے سے نکال کر برسرِ عام لائی جا رہی ہیں، کلب گھر اور سینما کی تفریح، انجمنوں اور محفلوں کے اندر رقص کرنے کے لئے بلائی جا رہی ہیں اور کہیں مردوں کے دوش بدوش دنیا کے عروج و ترقی میں نمایاں حصّہ لے رہی ہیں غالباً اسی موقع پر اکبر نے کہا ہے ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبرؔ زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فیشن پرست لڑکیاں سارا الزام اپنے سرپرستوں پر تھوپتی رہی ہیں۔ اور درحقیقت سرپرستوں کے تساہل برتنے ہی سے ایسا ہوا ہے اس سے ہزارہا درجہ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو اس قسم کی تعلیم سے کوسوں دُور رکھتے۔ بیشک ایسی تعلیم یافتہ لڑکیاں تعلیم پا کر بے قابو ہو گئی ہیں۔ خود بھی بدنام ہوتی ہیں اور اپنے گھر والوں کے نام کو بھی لے ڈوبتی ہیں۔

انہیں سب وجوہات کے باعث بعض ناواقف مسلمان تعلیم نسواں سے بیزار اور بدظن ہو کر اپنی محبوب ترین بچیوں کو مطلق جاہل رکھنا بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن اسے آپ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ تعلیم کا قصور نہیں ہے بلکہ غلط تعلیم کا قصور ہے۔ فحش اور ناپاک ناولوں اور افسانوں کے پڑھنے پڑھانے کا قصور ہے اور بُری صحبتوں کا اثر ہے۔ درحقیقت والدین سستی اور غفلت نہ برتتے تو ایسا ہرگز نہ ہُوا ہوتا۔ یہ سراسر والدین کا قصور ہے ؎

اب اٹھ اور طبقۂ نسواں کی کچھ توقیر کر
دیکھ اپنے خواب غفلت کی ذرا تعبیر کر

لہٰذا سبھی مسلمانوں کو تعلیم نسواں کی فلاح و ترقی، کامیابی و اصلاح کی طرف توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے

باقی صفحہ [illegible] پر

اطلاعات و اعلانات

جمعیت علمائے اسلام شہر قصور کے زیر اہتمام

دو روزہ

سیرت کانفرنس

مورخہ ۷ - ۸ / اگست بروز ہفتہ، اتوار بمقام ٹرسٹ پارک گراؤنڈ عقب مدینہ آئس فیکٹری نزد اڈہ للیانی شہر قصور میں دو روزہ کانفرنس انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو گی۔ جس میں ملک کے ممتاز و بلند پایہ علمائے کرام شرکت فرمائیں گے۔

پروگرام حسب ذیل ہے۔

۷/ اگست بروز ہفتہ۔ صدارت فخر اہل سنت مولانا سید محمد طیب شاہ صاحب ہمدانی۔ امیر جمعیت علمائے اسلام قصور۔

۸/ اگست بروز اتوار صدارت جناب سردار محمد احمد خان صاحب ممبر صوبائی اسمبلی حلقہ قصور۔

تقریر

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت علمائے اسلام پاکستان۔ حضرت مولانا منظور الحق صاحب خطیب سعدی پارک لاہور ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے اسلام لاہور۔ حضرت مولانا مختار احمد صاحب الحسینی نمائندہ خصوصی ترجمان اسلام لاہور۔ تقریر مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر چنیوٹ۔ خطیب اہل سنت مولانا ضیاء القاسمی لائل پور۔ عمدۃ المقررین مولانا محمد اجمل صاحب رحمانی لاہور۔ مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر بی۔ اے ایڈیٹر خدام الدین لاہور۔ جناب عبدالحکیم صاحب پانی پتی۔

الداعی الی الخیر: قاری محمد شریف قصوری ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے اسلام شہر قصور۔

سیرت کانفرنس

زیر صدارت

مخدوم العلماء والصلحاء راس الاتقیاء حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا

عبداللہ درخواستی

امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان منعقد ہو رہی ہے

بمقام کمپنی باغ کوہاٹ بتاریخ ۱۳-۱۴ اگست ۱۹۶۵ء بمطابق ۱۵-۱۶ ربیع الاوّل بروز جمعہ - ہفتہ -

علمائے کرام

- مولانا غلام غوث ہزاروی • آغا شورش کاشمیری۔
- مولانا سید گل بادشاہ صاحب • مولانا محمد اجمل صاحب
- مولانا کوثر نیازی صاحب • مولانا احمد علی جان صاحب

اور دیگر

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

۱۶۔ اگست بروز جمعہ مدرسہ اسلامیہ ربانیہ حفظ القرآن **ڈونگہ بونگہ** (ضلع بہاولنگر) کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے بذریعہ تیزرو ۸ بجے شام عازم سمہ سٹہ ہوں گے۔ ۱۷ اگست بروز ہفتہ سمہ سٹہ سے صبح ۴ بجے گاڑی پر سوار ہو کر ۱۰ بجکر ۲۹ منٹ پر ڈونگہ بونگہ پہنچیں گے۔

۱۷۔ اگست۔ تمام دن مدرسہ اسلامیہ ربانیہ حفظ القرآن ڈونگہ بونگہ میں قیام فرمائیں گے۔ اور اجلاس سے خطاب کریں گے۔

۱۸۔ اگست صبح درس قرآن دے کر موضع محمد پور سنسار کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ ظہر تک وہیں قیام رہے گا۔ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد منچن آباد میں تشریف لے جائیں گے۔ منچن آباد میں نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر ہو گی۔ اور رات کو قیام بھی منچن آباد میں رہے گا۔

۱۹۔ اگست بروز سوموار۔ لاہور کو واپسی ہو گی۔

ڈونگہ بونگہ کے سالانہ اجلاس سے حضرت جانشین شیخ التفسیر کے علاوہ جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر الدین صاحب۔ مولانا عبدالشکور صاحب۔ حضرت مولانا محمد اجمل صاحب۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب اور مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر خطاب فرمائیں گے۔

(حاجی) بشیر احمد (مولانا) غلام محمد مہتمم مدرسہ اسلامیہ ربانیہ حفظ القرآن ڈونگہ بونگہ

دارالمبلغین چنیوٹ میں داخلہ

مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام دارالمبلغین چنیوٹ میں داخلہ کے لئے فارغ التحصیل علماء کرام ۲۰/ اگست تک، مندرجہ ذیل پتہ پر درخواستیں ارسال فرمائیں۔ چالیس روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔ چار ماہ کا نصاب ہو گا۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر اور مبلغ اسلام مولانا محمد حیات صاحب عیسائیوں اور مرزائیوں کے اعتراضات کے جوابات، حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت کے مضامین پڑھائیں گے۔

ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت۔ شاہی منڈی چنیوٹ (جھنگ)

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر کا

سالانہ جلسہ

بتاریخ ۳ - ۴ - ۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ احباب تاریخ نوٹ فرمالیں۔

بقیہ: بچوں کا صفحہ

بڑی خرابی ہے اور ندامت نہ ہونا ضمیر کے مردہ ہونے کی نشانی ہے۔

- جو برتاؤ تو کسی سے کرے گا وہی برتاؤ تجھ سے کیا جائے گا۔
- امن چاہتے ہو تو کان اور آنکھ استعمال کرو زبان نہیں۔
- سمجھ دار لوگ بے وقوفوں سے بھی عقل و خرد کا سبق حاصل کرتے ہیں۔

خوشخبری

مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ روڈ عقب کچہری ملتان میں مولانا قاری غلام حسین شاہ صاحب نے پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ قرآن کریم پڑھنے کے خواہاں حضرات مفت داخلہ لے سکتے ہیں۔

غلام قادر مہتمم مدرسہ ہذا

انتقال پرملال

سمندری ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ بروز ہفتہ بوقت ۲ بج کر ۳۴ منٹ پر شیخ عبدالشکور صاحب کے والد حاجی عبدالغفور کا انتقال ہوا اناللہ و انا الیہ راجعون مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دیگر اوصاف کے علاوہ سخاوت میں عام مشہور تھے۔ پاکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کی دینی درس گاہوں میں زکوٰۃ و خیرات کا عام ریکارڈ موجود ہے۔ لہٰذا تمام اسلام سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے اور لواحقین کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائیں اور حاجی عبدالغفور کے نقش قدم چلنے کی توفیق ہو۔ آمین ثم آمین

فقط شریک غم محمد علی جانباز صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سمندری ضلع لائل پور۔

حضرت عمرؓ کی روحانی پرواز اور — سیاسی انداز

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل بہاولپور

حضرت عمرو بن عاص مصر کے گورنر تھے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ بازار سے ایک جلوس گزر رہا ہے۔ اور اس جلوس کے آگے ایک لڑکی ہے جسے دلہن کی طرح سجایا گیا ہے۔ دریافت کرنے پر کسی نے ان کو بتایا کہ یہاں کا دستور ہے کہ ہر سال ایک نئی نویلی لڑکی کو دلہن بنا کر دریائے نیل کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ جس سے پانی کا دیوتا خوش ہوتا ہے اور دریا میں پانی زیادہ بہتا ہے اور فصلیں ہری بھری رہتی ہیں۔ ورنہ قحط پڑتا ہے۔ حضرت عمرو ابن العاص حیران ہوئے۔ اور اس غیر اسلامی قربانی کو روک دیا اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ کو مرکز میں سارا واقعہ بھی لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے ایک خط دریا کے نام اور دوسرا گورنر کے نام لکھا۔ گورنر کو حکم بھیجا کہ اسلام میں انسانی قربانی جائز نہیں۔ کیونکہ انسان کی قیمت خدا کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا آئندہ کوئی لڑکی بھینٹ نہ چڑھائی جائے۔ جہاں تک دریا میں پانی کے آنے کا تعلق ہے یہ دوسرا خط دریا میں وہاں ڈال دینا جہاں لڑکی قربان کی جاتی ہے۔

خط کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے :-

امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے دریائے نیل کے نام!

"اے دریا! ہم سب خدا کی مخلوق ہیں اور دنیا کا کارخانہ اُسی کے حکم سے چلتا ہے لہٰذا تُو بھی اس کے حکم سے بدستور چلتا رہ۔ ورنہ یاد رکھ عمرؓ تلوار سے تجھے سیدھا کر دے گا۔"

بس پھر کیا تھا لڑکی بچ گئی اور خط مبارک بھینٹ کی جگہ ڈال دیا گیا اور خدا کی مہربانی سے آج تک دریائے نیل کبھی خشک نہیں ہوا۔ من کان للہ کان اللہ لہٗ

اسی گورنر عمرو بن العاص کا زمانہ تھا کہ ایک دفعہ گھوڑوں کی دوڑ ہوئی۔ ایک عام لڑکے کا گھوڑا عمرو بن العاص کے لڑکے کے گھوڑے سے آگے نکل گیا۔ شہزادے نے خفّت مٹانے کے لئے لڑکے کو کوڑے مارے۔ لڑکا تڑپ کر رہ گیا البتہ ایک خط حضرت عمرؓ کے نام بھیج کر انہیں حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے طرفین کو بلا بھیجا۔ اور ساتھ ہی گورنر کو منگا لیا۔ اور بھری مجلس میں شہزادے کو باپ کے سامنے مظلوم سے کوڑے لگوائے۔ جب شہزادہ پٹ چکا تو آپؓ نے فرمایا۔ کہ اب اس کے باپ یعنی گورنر کو بھی کوڑے لگاؤ۔ لڑکے نے کہا جناب ان کا کوئی قصور نہیں۔ فرمایا اس کی گورنری کی وجہ سے اِس کے لڑکے کو حوصلہ ہوا۔ کہ اس نے تمہیں کوڑے مارے لہٰذا اسے بھی سزا ملنی چاہیئے اور ساتھ ہی گورنر سے کہا کہ تم نے لوگوں کو کب سے قیدی بنا رکھا ہے خدا نے تو ان کو آزاد پیدا کیا تھا — یہ تھی ان کی بصیرت اور وہ تھی روحانی عظمت — اب اس کے ساتھ ہی روحانی پرواز بھی پڑھئے ؎

تو از حکم داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

مدینہ میں ایک دن حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے خلافِ معمول دورانِ خطبہ فرمایا۔ یا ساریہ الجبل۔ اے ساریہ! پہاڑی کی طرف دیکھ۔ اے ساریہ! پہاڑی کی طرف دیکھ۔ سامعین حیران ہوئے کہ ساریہ تو محاذ پر کئی سو میل دُور ہیں — دراصل حضرت ساریہ ایک جرنیل تھے جو کئی سو میل دور الگ محاذ پر لڑ رہے تھے جونہی ان کے کانوں میں حضرت عمرؓ کی آواز پڑی انہوں نے چوکنا ہو کر پہاڑی کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ کی اوٹ کی طرف سے دشمن حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت ساریہ فوراً سنبھلے اور دشمن کو شکست فاش دی۔ واپسی پر لوگوں نے پوچھا۔ تو حضرت ساریہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑتی تو شکست ہو جاتی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی بروقت آواز نے مجھے چوکس کر دیا۔ بیشک عادی پرواز سے روحانی پرواز ارفع و اعلیٰ ہے خدا کرے ہمارے دلوں میں بھی روحانی عظمت کی قدر پیدا ہو جائے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ایک بادشاہ کو زر و جواہر جمع کرنے کا بڑا شوق تھا وہ روزانہ زر و جواہر گنتا اور خوش ہوتا۔ وزیر نے رعایا کی بہبود کی طرف توجّہ دلائی تو بُرا منایا — ناچار وزیر نے ایک چال سے بادشاہ کو ایک دن کے لئے خزانہ میں بند کرا دیا۔ بادشاہ بڑا حیران — نہ امیر نہ وزیر، سب غائب۔ دروازے بند — پیاس لگی — بھوک نے تنگ کیا۔ پھر اچانک بند ہو جانے کا غم۔ بس پھر کیا تھا۔ خزانہ اور زر و جواہر بُرے لگنے لگے۔ بھوک کی وجہ سے گندم کے دانے کو ترسنے لگا۔ لعل اور گوہر کے دانے سب زہر نظر آئے — زیادہ بھوک جو لگی تو اچانک کوئی بات دل میں آئی اور پکار اٹھا کہ گندم کے دانے جواہر کے دانوں سے اچھے ہیں اتنے میں دروازہ کھلا تو اس کی دنیا بھی بدل چکی تھی چنانچہ اس نے خزانے کا منہ رعایا کی بہبود کے لئے کھول دیا۔ اور مال جمع کرنا چھوڑ دیا۔

اچھّی اور سچّی باتیں

مرسلہ :- محمد طاہر جالندھری لاہور

○ احسان سب جگہ بہتر ہے مگر ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔

○ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دلآزاری ہے خواہ مسلم کی ہو یا کافر کی۔

○ فعلِ بد پہ ندامت نہ کرنا اس سے

(باقی ص۱۸ پر)

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٤٧

منظور شدہ محکمہ تعلیم (١) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/٢١/١٦٣٢١ مورخہ ٣ / مئی ١٩٥٦ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٢٧٣٠/٢٤٨١ مورخہ ٧ / ستمبر ١٩٥٦ء کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ٢٠٤٧٦/٩/٣٩-DDA مورخہ ٢٢/٨/٩٤

نعتِ پاک

کفیل الرّحمٰن نشاط

مدّت سے تمنّا ہے یہ سرکارِ مدینہ
اِک بار تو ہو رویتِ دربارِ مدینہ

ہاں دل ہے وہی جس میں مدینہ کی لگن ہو
ہاں آنکھ ہے وہ جس میں ہیں انوارِ مدینہ

مسجودِ ملائک ہے درِ روضۂ اطہر
اللہ غنی رفعتِ سالارِ مدینہ

صحرائے مدینہ بھی ہے صد رشکِ گلستاں
گلزارِ مدینہ تو ہے گلزارِ مدینہ

سردارِ رُسل شاہِ اُمم ساقیٔ کوثر
اے صلِّ علےٰ رُتبۂ سردارِ مدینہ

شائد کہ یہ دربارِ رسالت کے ہو قابل
یہ نعت ہے نذرِ شہِ ابرارِ مدینہ

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا